بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروفیسر ظفر احمد☆

السیرۃ النبویۃ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

(توقیتی مطالعہ)

﴿تیسری قسط﴾

تقدیم:

مذکورہ بالا عنوان ''السیرۃ النبویۃ'' کے تحت مجلّہ ہذا کے ربیع الاول اور رمضان المبارک ۱۴۲۰ ہجری کے شماروں میں سیرت نبویہ ﷺ کے توقیتی تضادات اور ان کے متعلقات کو زیر بحث لایا جا چکا ہے۔ ان مباحث میں تمام غزوات وسرایا اور دیگر واقعاتِ متفرقہ کا استیعاب اور احاطہ پیش نظر نہ تھا۔ اب مناسب معلوم ہوا کہ باقی ماندہ مضامین ومباحث کے لئے ''السیرۃ النبویہ'' کے عنوان پر مقالات کو مزید اقساط میں آگے بڑھایا جائے۔ حسبِ سابق ہم نے مدنی دور کو مقدم رکھا ہے۔ تاہم ان مباحث کو کما حقہ سمجھنے اور ان سے استفادہ کرنے کے لئے گذشتہ اقساط کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

زمنی ترتیب وتسلسل (chnonological order) کو برقرار رکھنے کے لئے تمام متعلقہ ہجری سالوں کی مکمل جداول پیش کی جارہی ہیں۔ قبل ازیں دوسری قسط میں بھی بعض سالوں کی مکمل یا نامکمل جداول حسب ضرورت پیش کی گئی تیں لیکن محترم قارئین کو بار بار کی ورق گردانی کی زحمت سے بچانے کے لئے یہ جداول دوبارہ مکمل صورت میں پیش کی جارہی ہیں۔ پہلے ہر سال کے متعلقہ غزوات و سرایا اور واقعات وحوادث کو بیان کیا گیا ہے اس کے بعد سال بر کے ان واقعات کے لئے ''توقیتی

☆ سابق صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ ایس۔ای کالج، بہاولپور

مباحث'' کا عنوان قائم کر کے ہر واقعے کی توقیت کو فرداً فرداً زیر بحث لایا گیا ہے۔ ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ توقیتی مطالعہ (Chronological study) واقعات کی دیگر جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ خلط ملط اور گڈ مڈ نہ ہو اور قارئین کو الجھن اور پریشانی کا سامنا نہ ہو۔

توقیتی مباحث کی ابتدا میں ہر سال کے لئے پورے سال کی متعلقہ تقابلی تقویمی جدول دی گئی ہے۔ ہر واقعے کی توقیتی بحث سے پہلے تقابلی جدول کا متعلقہ مخصوص حصہ بھی ساتھ ہی ملحق کر دیا گیا ہے تا کہ مضامین کو سمجھنے میں مزید آسانی پیدا ہو۔ جداول کی تیاری انہی طریقوں اور قواعد کے مطابق کی گئی ہے جو سابقہ دونوں اقساط میں مذکور ہو چکے ہیں۔ ہجرت کے ابتدائی چار سالوں کے واقعات کی توقیت سیرت نگاروں نے اکثر و بیشتر قمریہ شمسی تقویم میں کی ہے جبکہ پانچویں، چھٹے اور ساتویں سال کی توقیت قمری تقویم میں ہوئی ہے ہر سال کے توقیتی مباحث کے بعد متعلقہ سال کی مکمل توقیتی جدول بھی آخر میں دی گئی ہے تا کہ ان سب واقعات و حوادث کی توقیت ایک نظر میں سامنے آ جائے اور متعلقہ مباحث بآسانی ذہن نشین ہو جائیں۔

بعض سیرت نگاروں مثلاً ابن حبیب بغدادیؒ نے کئی مواقع پر متعلقہ واقعات کا سال، مہینہ اور تاریخ لکھتے ہوئے دن بھی بیان کیا ہے۔ قمری تقویم میں گو ایک دن کا فرق معمولی بات ہے تاہم اجتماع شمس و قمر (قران) کے اوقات کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے حتی الامکان صحیح دن کی تخریج کی ہے اگر ہمیں سیرت نگاروں کی بیان کردہ تواریخ اور ایام سے مدلل اختلاف کرنا پڑا ہے تو توقیتی مباحث میں اس کا تذکرہ کر دیا ہے اور متعلقہ توقیتی جدول میں ان تواریخ اور ایام کو بین القوسین (.....) کر دیا ہے۔

واقعات و حوادث کی تفصیلات میں جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں سرِ فہرست علامہ ابن کثیرؒ کی تالیف **الفصول فی سیرۃ الرسول** ہے۔ ان کی دوسری مشہور و معروف کتاب **البدایۃ والنہایۃ** سے بھی مدد لی گئی ہے۔ توقیتی معلومات کے لئے ابن سعدؒ کی طبقات، واقدیؒ کی مغازی اور ابن حبیب بغدادیؒ کی المحبر وغیرہ کتب کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ دورِ حاضر کی بعض کتب سیرت مثلاً علامہ شبلی نعمانیؒ کی سیرۃ النبی ﷺ قاضی محمد سلیمان منصوریؒ کی ''رحمۃ للعالمین مفتی محمد شفیعؒ کی سیرت رسول اکرم ﷺ وغیرہ بھی پیش نظر رہی ہیں۔ (ا) اعلام و اماکن (شخصیات و مقامات) اور دیگر متفرق معلومات کے لئے مجلّہ ہذا السیرۃ عالمی کے چوتھے اور آٹھویں شماروں میں شائع ہونے والے سید فضل الرحمن شاہ صاحب کے مقالات آئینہ حیاتِ ہادیٔ اعظم ﷺ اور فرہنگ سیرت سے بھی استفادے کی سعادت

حاصل ہوئی ہے۔اسی طرح مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری کی الرحیق المختوم سے بھی استفادہ کیا گیا ہے یہ کتاب المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔(۲)۔اہم واقعات وحوادث مثلاً ہجرتِ مدینہ ،غزوۂ بدر،غزوۂ احد وغیرہ کو نسبتاً مفصل بیان کیا گیا ہے اور دیگر واقعات وحوادث کے بیان میں اختصار و اجمال سے کام لیا گیا ہے۔

چونکہ ہمارا اہم مقصد ان توقیتی مباحث کو مدلل انداز میں قارئین حضرات کے سامنے لانا ہے جن سے کتب سیرت خالی ہیں، لہٰذا توقیت کے سلسلے میں تو ہم نے حوالہ جات کا اہتمام ضرور کیا ہے لیکن واقعات کی عام تفصیلات اور مشہور جزئیات کے لئے حوالہ جات کے تکلف کی بجائے ماٰخذ کے تعارف میں سیرت طیبہ کے موضوع پر مذکورہ بالا کتب کے نام لکھ دینے پر ہی اکتفا کیا ہے۔

دین وشریعت کے ماخذ اربعہ قرآن، سنت، اجماع، قیاس میں تاریخ شامل نہیں لیکن سیرت طیبہ کا خاصا مواد اگر ایک طرف قرآن وسنت ہی سے ماخوذ ہے تو دوسری طرف دیگر ذرائع سے حاصل شدہ مواد بھی مذکورہ ماخذِ شریعت کے سمجھنے میں بڑی حد تک معاون ثابت ہوتا ہے۔مکی و مدنی دور کے واقعات وحوادث کا توقیتی مطالعہ بھی دیگر بعض تفصیلات و جزئیات کی طرح مذکورہ دینی وشرعی ماٰخذ کی بعض حیثیتوں اوران ماخذ سے ماخوذ ومستنبط بعض شرعی مسائل کو سمجھنے میں مفید ہے، بلکہ بعض نظری وعملی بدعات ومحدثات کے خلاف مزید گراں قدر مضبوط عقلی دلائل بھی اس مطالعے سے حاصل ہوتے ہیں۔

جیسا کہ مقالے کی گذشتہ اقساط میں واضح کیا جا چکا ہے، دورِ جاہلیت کی یہ قمر شمسی تقویم کو بعض مصالح کی بنا پر حجۃ الوداع سے پہلے تک بحال رکھا گیا اور حجۃ الوداع کے موقع پر اسے ہمیشہ کے لئے منسوخ قرار دے کر صرف قمری تقویم کو قبول کیا گیا اور شرعی مقاصد کے لئے صرف اسی تقویم کو معیاری قرار دیا گیا۔عام دنیوی مقاصد کے لئے بھی اس قمری تقویم کی منظم ومربوط انداز میں ترویج دوسرے خلیفۂ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں ہوئی۔

سیرت طیبہ کے مطالعے اور واقعات وحوادث کی صحیح توقیت کے عملی مباحث سے حاصل ہونے والے دینی منافع سے ہم صرفِ نظر بھی کریں تو تاریخی نقطۂ نگاہ سے بھی یہ مطالعہ نہایت مفید اور دلچسپ ہے تاہم ان توقیتی مباحث کو کماحقہ سمجھنے کے لئے ایک حد تک علم ریاضی سے متعارف وباخبر ہونا ضروری ہے۔ سیرت طیبہ کے واقعات کی جو توقیت دلائل کی بنا پر کی گئی ہے بسا اوقات اس کی صحت درجۂ یقین تک پہنچتی ہے ورنہ بسا اوقات اعلیٰ درجے کے گمان غالب کی بنا پر اس کا صحیح ہونا ظنی ہے۔ظنیات میں دلائل و براہین

کی بنا پر اختلافِ رائے کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ تعصب و تنگ نظری سے بالاتر ہو کر حقائق کی پر خلوص جستجو اتحاد بین المسلمین کے پاکیزہ مقصد کے حصول میں بھی ہمیشہ مددگار ثابت ہوتی ہے۔ و باللہ التوفیق۔

سال ا/ہجری قمریہ شمسی بمطابق ا۔۲ ہجری قمری

ا۔ ہجرتِ مدینہ:

بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد مشرکینِ مکہ مزید مشتعل ہوئے اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں پہلے سے بھی اضافہ کر دیا۔ ان حالات میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ شہر ان دنوں یثرب کہلاتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی ہجرت کے بعد اسے مدینۃ النبی (نبی کا شہر) کہا جانے لگا بعد میں مختصراً مدینہ منورہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ نے ایک ایک، دو دو کر کے ہجرت شروع کر دی مکہ مکرمہ میں ان مسلمانوں کے سوا کوئی باقی نہ رہا جو کمزوری اور مجبوری کی بنا پر ہجرت سے معذور تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی ابھی تک ہجرت نہیں کی تھی، کیونکہ رسول اکرم ﷺ نے انہیں فی الحال مکہ میں ہی روک رکھا تھا۔ آپ ﷺ ابوبکر صدیق کی ہمراہی میں ہجرت کا سفر کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس سفر ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں بھی تیار کر رکھی تھیں۔ مسلمانوں کی اس لگا تار ہجرت سے مشرکین مکہ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ محمد ﷺ بھی ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں گے اور وہاں مسلمان ایک عظیم قوت کے طور پر ابھر کر مستقبل میں اہل مکہ کے لئے بہت بڑا خطرہ ثابت ہوں گے۔ اس نئی صورت حال پر مشورے کے لئے وہ دارالندوہ میں جمع ہوئے۔ یہ دارالندوہ مسجد حرام سے قریب قصی بن کلاب کا مکان تھا جہاں اہالیانِ قریش اہم معاملات میں مشورے کے لئے جمع ہوا کرتے تھے بعد میں زمانہ اسلام اس مکان کو مسجد حرام میں شامل کر لیا گیا۔

رسول اکرم ﷺ کے خلاف صلاح و مشورہ کے لئے قریش مکہ کے بڑے بڑے رؤسا اور سردار جمع ہوئے۔ اسی اثنا میں ابلیس لعین بھی ایک معمر اور تجربہ کار شیخ کی صورت میں دارالندوہ پہنچ گیا اور اپنے آپ کو نجد کا باشندہ ظاہر کر کے مجلس میں شریک ہونے پر تمام شرکائے مجلس کو آمادہ کر لیا۔ مشورے کی یہ مجلس شروع ہوئی تو ابوالبختری بن ہشام نے یہ مشورہ دیا کہ محمد (ﷺ) کو مکان میں ہی قید کر کے رکھا جائے۔ اس پر نجدی شیخ ابلیس لعین نے کہا کہ ایسا کرنا مناسب نہیں کہ آپ ﷺ کے ساتھیوں اور خیر خواہوں کو بھی

اس کی اطلاع ہو جائے گی، ممکن ہے یہ لوگ تم پر حملہ کر کے یا کسی اور حیلے سے اپنے قیدی کو چھڑالیں۔ سب نے یک زبان ہو کر اس سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد ابوالاسود نے یہ رائے پیش کی کہ آپ ﷺ کو مکے سے جلاوطن کر دیا جائے۔ لیکن اس مشورے کو اس لئے پذیرائی حاصل نہ ہو سکی کہ اس سے فی الحال تو راحت حاصل ہو جائے گی اور جنگ و جدال سے بھی واسطہ نہیں پڑے گا لیکن رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب مستقبل قریب یا بعید میں اہلِ مکہ کے لئے ایک عظیم مصیبت اور مہیب خطرہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ آخر میں ابوجہل نے یہ رائے دی کہ ہم ہر قبیلے سے نوجوان لیں جو سب مل کر رسول اکرم ﷺ کو (معاذ اللہ) قتل کر دیں۔ آپ کا خاندان بنو ہاشم سب قبائل سے اس خون کا قصاص تو لینے سے رہا، جہاں تک دیت کی ادائیگی کی بات ہے تو سب قبائل کے لئے اس کی مشترکہ ادائیگی مشکل نہ ہوگی، یوں ہم محمد (ﷺ) سے بخوبی نجات حاصل کر لیں گے اور ان کے ساتھیوں کی ہمت بھی پست ہو جائے گی، ان کی طرف سے کسی انتقامی کاروائی سے بھی ہم محفوظ رہیں گے۔ شیخ نجدی (ابلیس لعین) نے کہا کہ یہی تدبیر سب سے عمدہ اور کارگر ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل امین نے کفار کے اس مشورے سے رسول اکرم ﷺ کو مطلع کر دیا اور بتلایا کہ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مدینہ کی جانب ہجرت کا حکم ہے۔

مشورے کے مطابق قریشی نوجوانوں نے سرِ شام ہی رسولِ اکرم ﷺ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ آج تم میرے بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹے رہو، دشمن تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ قریش مکہ کی جو امانتیں میرے پاس محفوظ ہیں۔ میرے یہاں سے جانے کے بعد یہ امانتیں اصل مالکان کے سپرد کرنے کے بعد تم بھی مدینہ چلے آؤ۔ مشرکین مکہ اگرچہ آپ سے اور آپ کے اصحاب سے شدید عداوت رکھتے تھے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے لیکن دل سے آپ کو صادق و امین جانتے ہوئے اکثر لوگ اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ ہجرت کے موقع پر ان سنگین اور خطرناک لمحات میں بھی آپ کو ان امانتوں کی فکر تھی جس کی واپسی کے لئے حضرت علیؓ کو مامور فرمایا۔ سفر ہجرت کی ابتدا ہی ایک معجزے سے ہوئی رسول اکرم ﷺ گھر سے سورۂ یٰس پڑھتے ہوئے نکلے اور جب آپ آیت **فاغشینا هم فهم لا یبصرون** تک پہنچے تو اس کلمے کو کئی بار دہرایا آپ نے مٹی کی ایک مٹھی ان محاصرین پر پھینکی، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی عقل اور بصارت پر پردہ ڈال دیا۔ وہ آپ کو دیکھ نہ سکے اور آپ سیدھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بستر پر لیٹے ہوئے تھے، محاصرہ کرنے والوں کو جب علم ہوا

کہ رسول اکرم ﷺ تو یہاں سے نکل کر جاچکے ہیں تو وہ ناکام و نامراد ہو کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے حضرت علیؓ سے آنحضور ﷺ کے متعلق جاننا چاہا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں میں ان پر نگہبان تو مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ حضرت علیؓ سے مزید بحث و مباحثے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، ابوجہل سخت غیظ و غضب کے عالم میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان پر پہنچا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیقؓ باہر آئیں۔ ابوجہل کے پوچھنے پر حضرت اسماء نے رسولِ اکرم ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ کے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے اس بے بس اور مجبور خاتون کو اتنا زوردار طمانچہ رسید کر کے اپنے غصے کو کسی حد تک ٹھنڈا کیا کہ حضرت اسماءؓ کے کان کی بالی نیچے گر پڑی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ہجرت کے لئے پہلے ہی تیار تھے اور تمام انتظامات بھی آپ نے مکمل کر رکھے تھے۔ رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو اپنی اس سعادت پر نہایت شاداں و فرحاں سفر ہجرت میں آپ کے ساتھ ہولئے اور مکان کی پشت کی جانب سے ایک کھڑکی کے راستے سے دونوں باہر نکلے اور مکے کے قریب ایک پہاڑ ثور کی جانب روانہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کا نکاح ہو چکا تھا لیکن آپ کم سن تھیں آپ کی بڑی سوتیلی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی والدہ ہیں، سفر کا سامان تیار کیا دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا۔ اپنے نطاق یعنی کمر کے گرد لپیٹے جانے والے کپڑے کو پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا، اسی لئے وہ ذات النطاقین کے لقب سے مشہور ہوگئیں۔ سفر ہجرت کے لئے روانہ ہوتے وقت اس خیال سے گھر کی ساری رقم جو پانچ چھ ہزار درہم کے قریب تھی، حضرت ابوبکرؓ ساتھ لے گئے کہ شاید راستے میں اس کی ضرورت پیش آجائے جبکہ رسول اکرم ﷺ بھی ہمراہ ہیں۔ ان حضرات کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہ عثمان جو نابینا تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اپنی پوتیوں کے پاس ان کی تسلی کے لئے آئے اور کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ابوبکرؓ اپنا مال بھی ساتھ لے گئے ہیں، یوں تمہیں دہرا صدمہ پہنچا گئے کہ ایک تو خود چلے گئے دوسرے گھر میں جو رقم تھی وہ بھی ساتھ لے گئے۔ حضرت اسماءؓ نے بوڑھے دادا کی تسلی کے لئے کہا ''دادا جان! وہ تو ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں'' یہ کہہ کہ حضرت اسماءؓ نے چھوٹی چھوٹی کنکریاں اکٹھی کر کے گھر کے اس طاق میں بھر دیں جہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درہم پڑے ہوتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر بوڑھے نابینا دادا کا ہاتھ اس پر رکھ دیا تاکہ وہ پریشان نہ ہوں اور یہ سمجھیں کہ گھر میں درہم موجود ہیں۔ اس پر ابوقحافہ مطمئن ہوگئے اور کہا چلو یہ تو

ابوبکرؓ نے اچھا کیا کہ تمہارے گزارے کے لئے رقم تو چھوڑ گئے۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ واللہ! میرے باپ ابوبکرؓ نے گھر میں کچھ بھی نہ چھوڑا تھا مگر میں نے دادا کی تسلی کے لئے ایسا کیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ جب ہجرت کے لئے اپنے گھر سے باہر تشریف لائے تھے تو خانہ کعبہ کو دیکھ کر فرمایا ''اے مکہ! تو مجھے تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے''۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر پہنچ کر انہیں ساتھ لے کر غارِ ثور میں پہنچ گئے یہ جمعۃ المبارک کی رات تھی اور قمریہ شمسی ربیع الاول کی پہلی تاریخ پوری ہوکر شبِ جمعہ سے دوسری تاریخ شروع ہوچکی تھی۔ جس کے بالمقابل قمری تاریخ ۲ جمادی الاولیٰ ۱ ہجری بمطابق ۱۱۔۱۲ نومبر ۶۲۲ عیسوی جیولین تھی کیونکہ قمریہ شمسی اور قمری تقاویم میں دن کا آغاز غروبِ شمس سے مانا جاتا ہے جبکہ بین الاقوامی طور پر مسلم دورِ حاضر کی شمسی تقویم عیسوی گریگورین میں دن کا آغاز رات بارہ بجے سے ہوتا ہے۔ غار تک اس سفر کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کبھی رسول اکرم ﷺ کے آگے پیچھے ہوتے تو کبھی دائیں بائیں ہوتے رسول اکرم ﷺ کے استفسار پر عرض کیا کہ دشمنوں سے آپ کی حفاظت اور دیکھ بھال کے پیش نظر ایسا کرنے پر اپنے کو مجبور پاتا ہوں۔ دشوار گزار پہاڑ چڑھنا آسان نہ تھا عام تھکاوٹ کے علاوہ پاؤں کو بھی تکلیف ہوتی تھی، متعدد مواقع پر کمال وفاداری اور جاں نثاری سے کام لیتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اکرم ﷺ کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ غار میں قیام سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسے صاف کیا، سوراخ وغیرہ بند کئے، ایک سوراخ باقی رہا، جس پر آپ نے اپنی ایڑی ڈال رکھی تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ کو کوئی چیز تکلیف نہ پہنچائے۔ ایک زہریلے سانپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کاٹ لیا لیکن درد سے کراہنے کی آواز کو اس لئے پست رکھنے کی کوشش کی کہ رسولِ اکرم ﷺ کے آرام میں خلل پیدا نہ ہو۔ رسولِ اکرم ﷺ کو علم ہوا تو آپ نے سانپ کے ڈسے ہوئے مقام پر لعابِ مبارک لگا دیا، جس سے تکلیف فی الفور دور ہوگئی۔ ہجرت کے سفر میں آپ سے ظاہر ہونے والا یہ دوسرا معجزہ ہے۔

غارِ ثور میں قیام کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نوجوان بیٹے عبداللہ مکہ والوں کے روزمرہ کے حالات اور دن بھر کی خبریں رسول اکرم ﷺ کو ہر رات روزانہ پہنچاتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا آزاد کردہ غلام عامر بن فہیرہ روزانہ رات گئے بکریوں کا ریوڑ وہاں لے آتا، رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کا دودھ پی لیتے۔ حضرت اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر اور ضرورت کی دوسری اشیاء لے کر غار میں پہنچا آتی تھیں، عامر بن فہیرہ اپنے ریوڑ سے آنے جانے کے قدموں کے نشانات مٹا دیتا تھا

اسی طرح تین راتیں غار میں گزریں۔

ادھر قریش مکہ نے آپ کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تلاش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا تھا انہوں نے اعلان کر رکھا تھا کہ جو شخص بھی محمد (ﷺ) یا ابوبکرؓ کو پکڑ کر لائے گا، یا ان کی صحیح نشاندہی کرے گا تو اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ اس اعلان و اشتہار کے علاوہ وہ خود بھی آپ کی تلاش میں سرگرم رہے۔ اسی تلاش میں وہ غار ثور کے منہ تک بھی پہنچے ان کے پاؤں غار کے اندر سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نظر آئے تو آپ رسول اکرم ﷺ کی خاطر نہایت پریشان ہوئے رسول اکرم ﷺ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا ''رنج نہ کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے''۔ غار کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا اور کبوتروں نے انڈے دے رکھے تھے ان ظاہری حالات اور ماحول کو دیکھتے ہوئے۔ تلاشی کے لئے نکلنے والے یہ لوگ واپس چلے گئے کہ یہاں کوئی آدم زاد نہیں ہوسکتا۔

چوتھے دن ۵ / ربیع الاول ۱ / ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۵ جمادی الاولیٰ ۱ / ہجری قمری بمطابق ۱۵ نومبر ۶۲۲ عیسوی جیولین کو بروز سوموار آپ غار سے باہر نکلے۔ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق عامر بن فہیرہ دونوں اونٹنیاں لے کر پہنچ گئے جنہیں اسی سفر کے لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تیار کیا تھا۔ عبداللہ بن اریقط بھی عامر بن فہیرہ کے ساتھ تھا۔ یہ شخص اگرچہ مسلمان نہیں تھا لیکن قابلِ اعتماد اور راستوں کو پہچاننے میں تجربہ کار ماہر تھا۔ راستہ بتانے کے لئے اسے اجرت دے کر ساتھ لے لیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ ایک اونٹنی پر سوار ہوگئے۔ دوسری اونٹنی پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے پیچھے عامر بن فہیرہ کو بٹھایا۔ عبداللہ بن اریقط راستہ بتانے کے لئے آگے آگے چلا۔ ایک رات دن چلنے کے بعد اگلے روز دوپہر کے وقت دھوپ تیز تھی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خواہش تھی کہ رسولِ اکرم ﷺ کچھ دیر کے لئے سائے میں آرام فرمالیں ایک چٹان وہاں نظر آئی تو ابوبکر صدیقؓ نے چٹان کے نیچے سائے کی جگہ کو صاف ستھرا کیا اور اپنی چادر وہاں بچھا دی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں آرام فرمایا۔ تو ابوبکر صدیقؓ خوراک کی تلاش میں ادھر ادھر نکلے تو قریب ہی ایک چرواہا نظر آیا جو اپنی بکریاں چرا رہا تھا۔ اس سے ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرایا اور خود چرواہے کے ہاتھ بھی صاف کرائے اور بکری کا دودھ دوہا۔ اور رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس دودھ میں تھوڑا سا پانی ملایا برتن کے منہ کو گرد و غبار سے بچانے کے لئے کپڑے سے بند کر رکھا تھا یہ دودھ رسول اکرم ﷺ نے نوش فرمایا۔ سورج ڈھل چکا تھا اس لئے آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ دریں اثنا جب آپ قبیلۂ مدلج کے علاقے سے گزر رہے تھے تو

قبیلے کے سردار سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ کو دیکھ لیا تھا وہ انعام کے لالچ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر نکل کھڑا ہوا گھوڑا دوڑا کر قریب آیا تو گھوڑا ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ ترکش سے تیر نکالے کہ بطور فال یہ معلوم ہو سکے کہ پیچھا کرنا چاہئے یا نہیں، ہر مرتبہ فال کے جواب میں ''نہیں'' نکلا لیکن سو اونٹوں کے انعام کا لالچ اسے اندھا کئے ہوئے تھا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر دوبارہ رسول اکرم ﷺ کا پیچھا کیا۔ آپ قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے جبکہ ابوبکر صدیق انتہائی محتاط حالت میں چاروں طرف نظر رکھے ہوئے تھے۔ سراقہ کے قریب آ جانے کا رسول اکرم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ کی بددعا سے گھوڑا زمین میں دھنسنا شروع ہو گیا۔ گھوڑے سے اتر کر سراقہ نے دوبارہ فال نکالی تو جواب حسب سابق نفی میں نکلا اس نے نہایت عاجزی سے رسول اکرم ﷺ سے معافی مانگی رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف اسے معاف فرما دیا بلکہ اس کے مطالبے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہ سے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر اس کے لئے امان نامہ بھی لکھوا دیا۔ سراقہ کچھ سامان وغیرہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگا لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا کہ ابھی سراقہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ آپ نے سراقہ کو بشارت سنائی کہ ایک وقت آئے گا جب تم اپنے ہاتھوں میں کسریٰ شاہ ایران کے سونے کے کنگن پہنو گے۔ آپ کی برکت سے اس کا گھوڑا جو زمین میں دھنس رہا تھا، باہر نکل آیا۔ ہجرت کے اس سفر میں رسول اکرم ﷺ کا یہ تیسرا اور چوتھا معجزہ تھا کہ سراقہ کا گھوڑا زمین میں گھٹنوں تک اندر چلا گیا۔ اور شاہ ایران کے سونے کے کنگن کے متعلق پہلے سے خبر کر دی کہ سراقہ انہیں ایک دن پہنے گا۔ آپ کی یہ معجزانہ پیشگوئی حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں پوری ہوئی۔ سراقہ غزوۂ احد کے بعد مسلمان ہوا۔ امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایرانی دارالحکومت مدائن فتح ہوا تو شاہ ایران کسریٰ کا تاج اور مرصع زیورات مال غنیمت میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا اور اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے تا کہ رسول اکرم ﷺ کی پیشگوئی کا پورا ہونا لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا ''اللہ اکبر اللہ اکبر! اللہ کی بڑی شان ہے کہ اس نے کسریٰ کے کنگن ایک اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے۔''

ہجرت کے اس سفر کے دوران آپ کا گذر اُم معبد کے خیمہ پر ہوا۔ اس خاتون کا تعلق بنو خزاعہ سے تھا یہ نہایت مہمان نواز اور سخی عورت تھی مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے مشہور تھی۔ مسافروں کو پانی پلایا کرتی تھی اور وہ دوران سفر وہاں کچھ دیر کے لئے آرام کیا کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ام معبد کے خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری دیکھی جو خشک سالی اور کمزوری کی وجہ سے

ریوڑ کے ساتھ چلنے کے قابل نہ رہی تھی اور اس کے تھنوں میں دودھ بھی خشک ہو چکا تھا۔ آپ نے ام معبد کی اجازت سے بسم اللہ پڑھ کر بکری کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا تو وہ دودھ سے بھر گئے دودھ دوہا تو برتن سے باہر چھلکنے لگا آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے یہ دودھ پی لیا۔ دوسری مرتبہ بکری کو دوہا گیا تو برتن دوبارہ بھر گیا یہ بھی ہمراہیوں نے پیا۔ تیسری مرتبہ دوہنے پر برتن پھر بھر گیا جسے ام معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ دوران سفر یہ آپ کا پانچواں معجزہ تھا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے چل دیئے۔ ام معبد کا شوہر ابو معبد جب گھر میں آیا تو دودھ کا بھرا برتن دیکھ کر حیران ہوا۔ ام معبد نے بتایا کہ ایک نہایت شریف و کریم شخص تھوڑی دیر کے لئے ہمارے مہمان ہوئے تھے یہ سب انہی کے ہاتھ کی برکت ہے اس نے کہا، یہ تو وہی مکہ والے بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ ام معبد کا پورا نام عاتکہ بنت خالد بن منقذ بن ربیعہ الخزاعیہ ہے ام معبد اس کی کنیت ہے۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے بروایت بغوی لکھا ہے کہ یہ خاتون مسلمان ہوئیں اور مدینے کی طرف ہجرت کی اس کے خاوند ابو معبد کا تعلق بھی بنو خزاعہ سے ہے لیکن اس کا اصل نام مؤرخین کو معلوم نہیں ہو سکا۔ ابو معبد اس کی کنیت ہے انہوں نے بھی اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ رسول اکرم ﷺ سے بعض احادیث کے راوی بھی ہیں رسول اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ان کا انتقال ہوا۔

دورانِ سفر بریدہؓ اسلمی سے ملاقات ہوئی یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش مکہ نے رسول اکرم ﷺ کی گرفتاری پر سو اونٹوں کے جس انعام کا اعلان کر رکھا تھا، بریدہ بھی اسی لالچ میں آپ کی تلاش میں نکلا تھا۔ رسول اکرم ﷺ سے گفتگو ہوئی تو اپنے ستر ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اپنی پگڑی اتار کر نیزے پر باندھی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا تھا، بریدہ لوگوں کو یہ بشارت سناتا تھا کہ اللہ کا بابرکت پیغمبر، صلح کا حامی اور امن کا بادشاہ تشریف لا رہا ہے۔ اوپر سراقہ کا ذکر ہو چکا ہے، سراقہ نے بھی دل سے یقین کر لیا تھا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ ابوجہل سے ملا جسے پہلے ابو الحکم کہا جاتا تھا بعد میں اسلام دشمنی کی حماقت کی بنا پر ابوجہل کی کنیت سے مشہور ہوا۔ سراقہ نے ابوجہل کے سامنے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا کہ اگر تم نے میرے گھوڑے کے زمین میں دھنس جانے کا مشاہدہ کیا ہوتا تو تمہیں اس بات میں قطعاً شک نہ رہتا کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ میرے خیال میں تمہارے لئے لازم ہے کہ تم بھی اس کی مخالفت نہ کرو اور دوسروں کو بھی اس کی مخالفت سے منع کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں ان کی کامیابی کے آثار اس طرح روشن اور نمایاں ہوں گے کہ تمام انسان اس کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم ان سے صلح کر لیتے۔ سراقہ کو جو امان نامہ رسول اللہ ﷺ نے لکھوا کر دیا تھا وہ اس

نے حجۃ الوداع کے سال مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں پیش کیا تھا تو جس حسن سلوک کا وہ مستحق تھا وہی اس کے ساتھ روا رکھا گیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ کے سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ آپ سے معافی مانگ کر واپس ہو رہا تھا تو اس نے حسب وعدہ ان تمام لوگوں کو واپس کر دیا جو رسول اکرم ﷺ کی تلاش میں نکلے تھے اور راستے میں سراقہ سے اتفاقاً ملتے رہے۔ سراقہ انہیں کہتا تھا کہ ادھر سے تو میں دیکھ آیا ہوں تم کوئی دوسری راہ لو۔

ہجرت کے اسی سفر کے دوران آپ کی ملاقات حضرت زبیر بن العوامؓ سے ہوئی یہ شام سے آ رہے تھے چند اور تاجر مسلمان بھی ان کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں چند قیمتی سفید پارچہ جات پیش کئے۔

۱۲ ربیع الاول ۱ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱ ہجری قمری بمطابق ۲۲ نومبر ۶۲۲ عیسوی جیولین کو بروز سوموار آپ قباء میں پہنچ گئے۔ یہ مدینے سے کوئی تین میل کے فاصلے پر بالائی آبادی ہے جسے عالیہ بھی کہا جاتا ہے یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے جن میں عمرو بن عوف کا خاندان سب سے ممتاز تھا۔ حضرت کلثومؓ بن الہدم اس خاندان کے سربراہ تھے رسول اکرم ﷺ یہاں پہنچے تو اس خاندان نے فرطِ مسرت سے نعرہ تکبیر بلند کیا آپ نے حضرت کلثومؓ کو شرفِ میزبانی بخشا اور قباء میں قیام کے دوران انہیں کے ہاں ٹھہرے۔ مدینے کے لوگوں نے جب سے یہ سنا تھا کہ رسول اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کے لئے روانہ ہو چکے ہیں تو وہ روزانہ صبح سویرے شہر سے باہر نکل آتے اور آپ کے شدید اور پرشوق انتظار میں دوپہر تک وہیں رہتے پھر حسرت کے ساتھ واپس چلے آتے۔ خواتین اور معصوم بچوں تک کو بھی آپ کا شدید انتظار تھا وہ پرجوش انداز میں کہتے پھرتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ ایک دن یہ لوگ حسب معمول آپ کا انتظار کر کے واپس جا رہے تھے کہ ایک یہودی نے اپنے قلعے سے آپ کو دیکھا اور قرائن سے پہچان لیا کہ آپ ہی تشریف لا رہے ہیں تو بلند آواز سے چلا اٹھا کہ اے لوگو! تمہیں جس کا انتظار تھا وہ آ پہنچے ہیں۔ انصارِ مدینہ ہتھیار بند ہو کر آپ کے پرجوش استقبال کے لئے گھروں سے باہر امڈ پڑے، وہ آ کر آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتے تھے۔ اکثر لوگوں نے اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سفید بال نسبتاً زیادہ تھے انہوں نے ابوبکر صدیقؓ ہی کو رسول اللہ سمجھا جب دھوپ کچھ تیز ہوئی اور ابوبکر صدیقؓ نے رسول اکرم ﷺ پر کپڑے سے سایہ کیا تو انہوں نے آپ ﷺ کو پہچانا۔ صدیق اکبرؓ نہایت سمجھدار تھے انہوں نے لوگوں کو پہلے پہل اصل

حقیقت نہ بتائی تا کہ رسول اکرم ﷺ (جو سفر کی وجہ سے تھکے ماندے ہیں) کے آرام میں کوئی خلل نہ ہو بعد میں لوگوں کو علم ہو ہی جائے گا۔ الغرض رسول اکرم ﷺ حضرت کلثومؓ بن الہدم کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ اکثر اکابر صحابہؓ جو آپ سے پہلے مدینہ منورہ آچکے تھے وہ بھی انہی کے مکان میں اترے تھے۔ ان میں حضرت ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبداللہ بن مخرمہ، وہب بن سعد، معمر بن ابی سرح، عمیر بن عوف رضی اللہ عنہم کے نام قابل ذکر ہیں۔

حضرت علیؓ جو رسول اکرم ﷺ کے روانہ ہونے کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے وہ بھی قبا میں پہنچ گئے۔ رسول اکرم ﷺ نے قباء میں چند روزہ قیام کے دوران سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یہاں ایک مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد قباء کی تعمیر میں آپ نے دوسروں کے ہمراہ خود بھی بہ نفسِ نفیس حصہ لیا۔

اسی ماہ ربیع الاول قمریہ شمسی میں بروز جمعۃ المبارک قباء سے آپ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنی سالم بن عوف کے مکانات کے قریب جمعہ کا وقت ہوگیا۔ آپ نے یہیں نماز ادا فرمائی اور نماز سے پہلے خطبہ دیا۔ آپ کی یہ سب سے پہلی نماز جمعہ اور سب سے پہلا خطبۂ جمعہ تھا۔ لوگ جوش مسرت میں آپ کی سواری کے اردگرد چل رہے تھے انتہائی مسرت اور جوش وخروش کا سامان تھا۔ ہر قبیلے، ہر خاندان اور ہر فرد کی دلی تمنا تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی میزبانی کا شرف اسے حاصل ہو صحیح مسلم باب الھجرۃ میں ہے کہ لوگوں میں آپ کی میزبانی پر جھگڑا ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں بنونجار کے ہاں ٹھہروں گا جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں۔ بنونجار کے مکانات کے قریب ہر شخص آپ کو اپنا مہمان بنانے کا نہایت ہی حریصانہ انداز میں خواہش مند تھا ہر شخص آپ کی اونٹنی کی نکیل تک پہنچنا چاہتا تھا آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی کا راستہ نہ روکو یہ اللہ کی طرف سے خاص مکان کے قریب بیٹھنے کی پابند ہے، بالآخر اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ سفر ہجرت میں یہ آپ کا چھٹا معجزہ ہے کہ اللہ کے حکم سے یہ اونٹنی مخصوص جگہ پر جا کر بیٹھی۔ سفر ہجرت کی ابتدا بھی آپ کے ایک معجزے سے ہوئی دوران سفر بھی آپ کے معجزات کا ظہور رہا اور سفر کا اختتام بھی معجزے پر ہوا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا اسم گرامی خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ ہے۔ بنونجار سے آپ کا تعلق ہے کنیت ابوایوب ہے۔ بیعت عقبہ، غزوۂ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت تک زندہ رہے۔ یزید بن معاویہ کے اس لشکر میں بھی شامل ہوئے جس نے قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تھی، وہیں اسی دوران آپ کا انتقال ہوا اور بموجب وصیت اسی علاقے میں مدفون ہوئے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ رسول اکرم ﷺ کا سامان اٹھا کر آپ کو اپنے دومنزلہ مکان پر لے گئے اور رہائش کے لئے آپ کو بالائی منزل پیش کی لیکن اپنی اور ملاقات کے لئے آنے والے لوگوں کی سہولت کے لئے آپ ﷺ نے نچلے حصے کو پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوبؓ دونوں وقت صبح وشام آپ کی خدمت میں کھانا بھیجتے تھے جو بچ جاتا تھا ابوایوبؓ اور انکی اہلیہ اسے انتہائی بابرکت ہونے کی بنا پر ذوق و شوق سے تناول کرتے، کھانے میں جہاں رسول اکرم ﷺ کی متبرک انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا ابوایوبؓ وہیں سے کھانا شروع کرتے۔ حضرت ابوایوبؓ آپ کے آرام وآسائش کا بہت خیال رکھتے ایک دن اتفاقاً بالائی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا تو سارے پانی کو فوراً گھر کے لحاف میں جذب کرلیا تاکہ یہ پانی نچلی منزل تک نہ پہنچ پائے جس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔ کوئی سات ماہ تک آپ نے یہیں قیام فرمایا۔ بعد میں جب مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجرے تیار ہوگئے تو آپ ان حجروں مین منتقل ہوگئے۔ آپ کے ہمسایہ انصارِ مدینہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہم خوشحال اور دولت مند تھے۔ یہ حضرات آپ کی خدمت میں دودھ بھیج دیا کرتے تھے۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ روزانہ آپ کو کبھی سالن، کبھی دودھ وغیرہ اپنے گھر سے بھیجا کرتے تھے۔ حضرت ام انس رضی اللہ عنہا نے اپنی جائداد آپ کی خدمت میں پیش کی آپ نے قبول فرما کر اپنی دایہ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو دیدی اور خود فقر وفاقہ کی زندگی اختیار فرمائی۔

مدینہ منورہ میں آپ کے غیر معمولی اور پرجوش استقبال میں خواتین اور بچے بھی اظہارِ عقیدت و محبت میں پیچھے نہیں رہے تھے۔ فرط محبت وعقیدت میں بچیاں دف بجارہی تھیں اور گیت گارہی تھیں:

طلع البدر علینا، من ثنیاتِ الوداع

وجب الشکر علینا، ما دعیٰ للہ داع

ہم پر کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے اللہ سے دعا مانگیں، ہم پر اس کا شکر واجب ہے۔

نحن جوار من بنی النجار

یا حبّذا محمدا من جارِ

ہم بنونجار کی لڑکیاں ہیں۔ ہماری کس قدر نیک بختی ہے! محمد (ﷺ) کتنے اچھے ہمسائے ہیں!

"طلع البدر علینا" والے اشعار خواتین نے غزوۂ تبوک کے موقع پر بھی گائے تھے۔

یوں رسول اکرم ﷺ کا یہ پُر خطر سفرِ ہجرت بخیر وخوبی پُر مسرت انجام کو پہنچا۔ یہ وہ سفر تھا جس کے آغاز میں آپ ﷺ بروایت ابن اسحٰق اللہ تعالیٰ سے یوں مناجات کر رہے تھے:

الحمد للہ الذی خلقنی ولم اک شیأ، اللّٰھم اعنّی علیٰ ھول الدنیا و بوائق الدھر و مصائب اللیالی والایام، اللّٰھم اصحبنی فی سفری و اخلفنی فی اھلی و بارک لی فیمارزقتنی، ولک فذللنی و علیٰ صالح خُلُقی فقوّمنی، والیک ربّ فحبّبنی، والی الناس فلا تکلنی رب المستضعفین وانت ربی اعوذ بوجھک الکریم الذی اشرقت لہ السموات والارض وکشفت بہ الظلمات وصلح علیہ امر الاولین والأخرین ان تحِلَّ علی غضبک وتنزل بی سخطک، اعوذبک من زوال نعمتک وفجاءۃ نقمتک و تحوّل عافیتک و جمیع سخطک، لک العقبیٰ عندی خیر ما استطعت، لاحول ولا قوۃ الّا بک.

سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے مجھے پیدا فرمایا جبکہ میرا (اس دنیا میں) وجود ہی نہ تھا۔ اے اللہ! دنیا کے خوف وخطر، زمانے کی تکلیف، راتوں اور دنوں کے مصائب پر میری مدد فرما۔ اے اللہ! میرے سفر میں میرا ساتھ دے اور میرے پیچھے میرے گھرانے کی خبر گیری فرما اور جو رزق تو نے مجھے عنایت فرمایا ہے اس میں برکت ڈال دے۔ (اے اللہ! تو) اپنے لئے مجھے (اپنا) عاجز (بندہ) بنا اور میرے اخلاقِ حسنہ پر مجھے قائم رکھ اور اے میرے رب! مجھے اپنا محبوب بنا اور مجھے لوگوں کے حوالے نہ کر۔ اے کمزوروں کے رب کہ تو ہی تو میرا رب ہے۔ تیرے اس عزت والے چہرے کے طفیل جس کی برکت سے آسمان اور زمین اس (اللہ) کے لئے روشن ہوگئے، جس سے اندھیرے چھٹ گئے اور جس سے اگلوں اور پچھلوں کا معاملہ اس پر درست ہوا، میں اس سے پناہ چاہتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غضب اترے اور مجھ پر تیرا غصہ نازل ہو۔ میں اس بات سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں کہ تیری نعمت مجھ سے زائل ہو جائے۔

تیری ناراضگی مجھ پر اچانک آ پڑے، تیری عافیت مجھ سے منہ پھیر جائے اور تیرے ہر طرح کے غصے سے پناہ چاہتا ہوں۔ ہر کام کا نیک انجام تیرے ہی ہاتھوں میں ہے میں تو (اپنے طور پر) وہی بھلائی حاصل کرسکتا ہوں جو میرے بس میں ہے۔نیکی کی طرف آنے کی طاقت اور بدی سے بچنے کی قوت تیری ہی طرف سے ہے۔

سفر ہجرت میں آپ ﷺ نے جہاں ظاہری و مادی اسباب اختیار فرمائے وہاں آپ دعا و مناجات ایسے روحانی و باطنی اسباب سے بھی غافل نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی قوتوں نے بھی آپ کی مدد فرمائی۔

ہجرت کا یہ واقعہ ربیع الاول ا ہجری قمریہ شمسی کا ہے جس کے بالمقابل سال ا ہجری کی خالص قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاولیٰ تھا۔ جیولین عیسوی تقویم کا مہینہ نومبر ۶۲۲ عیسوی تھا۔ واقعۂ ہجرت کی توقیت کے قمریہ شمسی ہونے پر دلائل آئندہ صفحات میں توقیتی مباحث کے عنوان کے ذیل میں مذکور ہوں گے۔

۲۔ مسجد نبوی کی تعمیر:

مدینہ میں قیام کے بعد آپ نے سب سے پہلے مسجدِ نبوی تعمیر فرمائی جس کی زمین دو یتیم بچوں کی تھی وہ اسے بلا قیمت نذر کرنا چاہتے تھے لیکن رسول اکرم ﷺ نے اس زمین کو بلا قیمت لینا مناسب خیال نہ فرمایا تو حضرت ابوایوب انصاریؓ نے قیمت ادا کی۔ مسجد کی تعمیر میں آپ نے خود بھی مزدوروں کی طرح کام کیا۔ صحابہ کرامؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔ مسجد کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی۔ ستون کھجور کے تھے چھت بھی کھجور کے پتوں کی تھی۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا بعد میں جب خانہ کعبہ قبلہ ہوا تو مسجد کی شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کردیا گیا۔

مسجد کی تعمیر کے بعد اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے ازواج مطہرات کے لئے دو حجرے تعمیر کرائے۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت سودہؓ آپ کے نکاح میں تھیں۔ بعد میں جب اور ازواج آتی گئیں تو حسب ضرورت مزید حجرے تعمیر کئے جاتے رہے۔ کچی اینٹوں سے بنے ہوئے یہ حجرے نہایت سادہ تھے یہ کوئی چھ سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لمبے تھے۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ کوئی شخص کھڑا ہوتو اسے چھوسکتا تھا۔ دروازے پر سادہ کپڑے کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ ان حجروں کے اندر راتوں کو

چراغ نہیں جلائے جاتے تھے۔

مسجد کے ایک حصے میں چھت والا چبوترہ تھا۔ چبوترے کو عربی زبان میں ''صُفہ'' کہا جاتا ہے یہ جگہ ان لوگوں کے لئے تھی جو اسلام قبول کئے ہوئے تھے مگر ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ یہ لوگ اسی صفے میں رہتے ہوئے رسول اکرم ﷺ سے تعلیم وتربیت پاتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کی تعداد کم وبیش ہوتی رہتی تھی صفہ کی حیثیت اولین اسلامی درس گاہ کی ہے جہاں علم حاصل کرنے والے اصحاب صفہ کی اخلاقی تربیت اور تطہیر وتزکیہ کا بھی اہتمام تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی احادیث کا بڑا ذخیرہ انہی اصحابِ صفہ سے امت تک منتقل ہوا ہے۔ لباس اور خوردونوش جیسی ضرورتوں میں یہ اصحابِ صفہ توکل علی اللہ پر قائم تھے دیگر صحابہ کرامؓ بسا اوقات ضرورت کی چیزیں انہیں بھیجتے رہتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے پاس کہیں سے کھجوریں یا دودھ وغیرہ، خوردنی اشیا آتیں تو آپ ان اصحابِ صُفّہ کا خاص خیال فرماتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مسجد میں کچھ توسیع کی مگر تعمیر اسی وضع کی باقی رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس میں بڑی تبدیلی کی جگہ بھی بہت بڑھادی اور دیواروں کو منقش پتھروں اور چاندی کے نقش ونگار سے آراستہ کر دیا گیا۔ ستون بھی منقش پتھروں کے تھے اور چھت سال کی لکڑی کی بنائی گئی۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مسجد میں اور توسیع کی۔ ازواج مطہرات کے حجروں کو بھی مسجد میں شامل کر دیا۔ بعد کے ادوار میں دورِ حاضر تک اس میں توسیع وتغیرات ہوتے چلے آئے ہیں۔ دورِ حاضر میں یہ مسجد نہایت وسیع وعریض رقبے پر مشتمل ہے اور فن تعمیر کے لحاظ سے بھی نہایت عمدہ وخوبصورت ہے۔ یہ ان تین مساجد میں سے ہے جن کی طرف حصولِ برکت کے لئے سفر کی رسول اکرم ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ۔

۳۔ رسول اکرم ﷺ کے اہل وعیال کی مدینہ منورہ میں آمد:

ہجرت کے بعد آپ نے حضرت زیدؓ اور حضرت ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ بھیجا، یہ دونوں حضرات آپ کے آزاد کردہ غلام تھے انہیں اس لئے مکہ بھیجا گیا کہ آپ کے اہل وعیال کو مدینہ لے آئیں چنانچہ ام المؤمنین حضرت سودہؓ اور دو صاحبزادیاں حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ مدینہ آگئیں۔ تیسری صاحبزادی حضرت زینبؓ کو ان کے شوہر ابو العاص نے نہ آنے دیا۔ ابو العاص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

ادھر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو لکھا تو وہ اپنی والدہ اور دونوں بہنوں حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کو لے کر مدینہ پہنچ گئے۔ حضرت عثمانؓ اس وقت حبشہ میں تھے اور ان کی زوجہ حضرت رقیہؓ بنت رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ وہیں تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کی مدینہ میں ہجرت کے جلد بعد حضرت عثمانؓ اپنی اہلیہ سمیت حبشہ سے مکہ میں واپس آ گئے پھر وہاں سے دونوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔

۴۔ رشتۂ مؤاخات:

مکہ سے ہجرت کرنے والے مسلمان انتہائی بے سروسامانی کی حالت میں مدینہ پہنچے تھے مدینے کے مسلمانوں سے ان مہاجرین کے دینی رشتے اور محبت کو استحکام بخشنے کے لئے نیز ان مہاجرین کی معاشی کفالت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے ان میں باہم مواخات (بھائی چارے) کا تعلق قائم فرمایا۔

ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی قرار دیا گیا۔ اسی رشتہ مواخات کی بنا پر بعد میں احکام وراثت نازل ہونے سے پہلے مہاجرین اور انصار میں باہم وراثت کا سلسلہ بھی ابتدا میں قائم رہا۔ مدینہ کے مسلمانوں نے ان مہاجرین کو دل و جان سے قبول کیا اور ان کی بھرپور مالی و اخلاقی مدد جاری رکھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں انصار کے لقب سے نوازا۔ انصارِ مدینہ نے اپنے ان مہاجر بھائیوں کی خدمت اور مالی احسانات میں ایثار و قربانی کی لازوال مثالیں دنیا کے سامنے پیش کیں۔ حضرت سعدؓ بن الربیع انصاری کی دو بیویاں تھیں مہاجرین میں سے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو ان کا بھائی بنایا گیا تھا: حضرت سعدؓ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو یہ پرخلوص پیشکش کی کہ میں اپنی بیویوں میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیجئے لیکن حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اپنے انصاری بھائی کے لئے دعائے خیر کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور اس پیشکش کو قبول کرنے سے معذرت کر دی۔ حضرت سعدؓ نے اپنے گھر کی ایک ایک چیز ان کے سامنے رکھ دی اور سب مال و اسباب کا نصف لینے کی درخواست کی۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ یہ سب کچھ اللہ آپ کو مبارک کرے مجھے صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ انہوں نے قینقاع کے مشہور بازار کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کچھ گھی اور پنیر خرید کر شام تک خرید و فروخت کی کچھ ہی عرصے میں ان کے پاس اتنا سرمایہ جمع ہو گیا کہ شادی کر لی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے کاروبار میں بے حد برکت ہوئی وخود یہ کہا کرتے تھے کہ میں خاک میں بھی ہاتھ ڈالوں تو سونا بن جاتی ہے۔ مہاجرین

مکہ اکثر تجارت پیشہ تھے۔ مدینہ میں بھی انہوں نے تجارت میں دلچسپی لی تا کہ انصار بھائیوں پر ان کا زیادہ بوجھ نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بعض دیگر مہاجرین نے بھی چھوٹی بڑی تجارت شروع کر دی۔

۴ ہجری میں غزوۂ بنونضیر ہوا جس میں بنونضیر کو بالآخر جلاوطن ہونا پڑا۔ مدینہ کے اس یہودی قبیلے نے زمین اور کھجوروں کے جو باغات چھوڑے تھے، رسول اکرم ﷺ نے انصار مدینہ سے فرمایا کہ اگر تم رضامند ہو تو یہ باغات وغیرہ مہاجرین کو دے دئے جائیں تا کہ وہ اپنا معاشی بوجھ اب خود اٹھائیں۔ ایثار پیشہ انصارِ مدینہ نے عرض کیا کہ ہم نے اپنے ان مہاجرین بھائیوں کو پہلے سے جو کچھ دے رکھا ہے واپس نہیں لے گے اور اب بنونضیر سے جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ بھی ہمارے انہی بھائیوں کو ہی عنایت فرما دیجئے۔ ۷ ہجری میں جب خیبر فتح ہوا تو مہاجرین نے انصار کو عطایا واپس کر دیئے کہ اب انہیں ان کی ضرورت نہ رہی تھی۔

۵۔ میثاقِ مدینہ:

مدینہ میں تین یہودی قبائل آباد تھے، بنونضیر، بنوقینقاع اور بنوقریظہ۔ انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج تھے۔ اسلام سے قبل اوس اور خزرج میں باہم لڑائی جاری رہتی تھی۔ آخری جنگ نے جو جنگ بعاث کہلاتی ہے، انصار کی قوت کو پارہ پارہ کر دیا تھا۔ یہودیوں کا مفاد اسی میں تھا کہ اوس و خزرج میں اتحاد نہ ہونے پائے۔ عربوں میں تعلیم کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا۔ یہودیوں میں تعلیم عام تھی، یہودی تہذیب و تمدن سے عرب مرعوب تھے۔ قریش مکہ اور دیگر عرب قبائل نے قمریہ شمسی تقویم بھی یہودیوں کی عبرانی تقویم کے مطابق ڈھال رکھی تھی، صرف مہینوں کے نام عربی تھے مگر تقویمی ڈھانچہ یہودی تقویم والا ہی تھا۔ دیگر عرب قبائل کی طرح مدینے کے اوس و خزرج قبائل بھی یہودیوں سے سودی قرضے لیتے رہتے تھے۔ باہمی خونریز جنگوں کی وجہ سے جنگی ہتھیار جمع کرنے کے لئے بھی انہیں سرمایہ درکار ہوتا تھا جس کے لئے وہ ان یہودیوں سے سود پر قرضہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ یہودیوں کا معاشی کاروبار زراعت، تجارت کے علاوہ سود پر دیئے گئے ان قرضوں پر چلتا رہتا تھا۔ یہودی بھی عربوں میں گھل مل گئے تھے۔ ان کے نام تک عربی ہوتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل یہ یہودی قبائل مدینے کے اوس و خزرج قبائل کو بتایا کرتے تھے کہ پیغمبر آخر الزماں کا ظہور جلد ہونے والا ہے ہم اس پیغمبر کا ساتھ دیں گے اور تم پر ہمیشہ کے لئے ہم غالب رہیں گے۔ رسول اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو اسلام قبول کرنے کی نعمت سے

اوس وخزرج تو بہرہ مند ہوئے لیکن یہودیوں کی اکثریت اس نعمت سے محروم رہی، انہیں یہ حسد کھائے جارہا تھا کہ اللہ کا آخری پیغمبر بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسماعیل میں کیوں مبعوث ہوا ہے۔

ہجرت کے بعد ابتدائی ایام میں یہودی علما رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امتحان کے طور پر آپ سے کچھ سوالات کئے، چند سعادت مند یہودیوں کو قبولِ اسلام کی توفیق ہوئی لیکن اکثریت کفر پر قائم رہی، حالانکہ انہیں یقین حاصل ہوگیا تھا کہ محمد ﷺ اللہ کے سچے پیغمبر ہیں مگر حبِ مال اور حبِ جاہ نے انہیں حق کو قبول کرنے سے روکے رکھا۔ یہودی علما میں سے حضرت عبداللہؓ بن سلام نے اسلام قبول کیا، آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور تورات کے بہت بڑے عالم تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کا نام حصین بن سلام تھا۔ قبول اسلام کے بعد آپ کا نام رسول اکرم ﷺ نے عبداللہ رکھا۔ اسی طرح یہودی رؤسا میں سے میمون بن یامین نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا۔

ہجرت سے کوئی پانچ ماہ بعد رسول اکرم ﷺ نے ان یہودی قبائل سے امن کا ایک تحریری معاہدہ فرمایا جسے میثاقِ مدینہ کہا جاتا ہے۔ یہودی درپردہ حاسد اور اسلام کے دشمن تھے، ان کے فتنے اور حسد وعناد کے پیشِ نظر انسدادی تدابیر کے تحت ان سے امن کا معاہدہ کیا گیا تھا کہ شاید حالتِ امن میں مسلمانوں کے ساتھ میل جول اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہوکر ان کے دل اسلام قبول کرنے کی طرف راغب ہوں اور مسلمان ان کی طرف سے جنگ و جدال کے خطرے سے بھی محفوظ و مامون رہیں۔ میثاق مدینے کی اہم دفعات یہ تھیں کہ یہودی اور مسلمان آپس میں اچھے تعلقات رکھیں گے۔ یہودیوں اور مسلمانوں میں سے کسی فریق کو بھی جنگ سے واسطہ پڑے تو وہ باہم ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔ مدینہ پر حملہ ہو تو دونوں فریق مشترکہ طور پر اس حملے کی مدافعت کریں گے۔ فریقین میں سے کوئی بھی قریش کو امان نہ دے گا۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے تو دوسرا فریق بھی اس صلح میں شریک ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔ یہودیوں کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ مسلمانوں اور یہودیوں میں جھگڑوں اور اسی طرح کے دیگر فیصلہ طلب امور میں رسول اکرم ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔ دیت اور خون بہا کا جو طریقہ پہلے سے چلا آرہا ہے وہ بحال رہے گا۔ رسول اکرم ﷺ صلح اور امن کے معاہدوں کو اردگرد کے عرب قبائل تک بھی پھیلانا چاہتے تھے بعد میں بنو مدلج اور بنوضمرہ قبائل سے امن کے معاہدے اسی سلسلے میں ہوئے تھے لیکن ایک طرف قریش مکہ نے اپنے فتنے وفساد سے اور مدینے کے مسلمانوں کے خلاف پے درپے جنگیں مسلط کرکے امن کی اس راہ میں رکاوٹ ڈالی تو دوسری طرف

مدینے کے پڑوس میں آباد مذکورہ یہودی قبائل بدقسمتی سے بدترین غدار اور عہد شکن ثابت ہوئے، وہ کفار مکہ اور اسلام کے دوسرے دشمنوں سے مل کر برابر سازش کرتے رہے۔ بنوقینقاع نے دوسرے سال، بنو نضیر نے چوتھے سال اور بنوقریظہ نے پانچویں سال بدعہدی اور بغاوت کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد کے علاقے کو بالآخر یہودیوں سے پاک کرنا پڑا۔

۶۔ فرضیتِ جہاد:

مدینہ منورہ میں رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ اور دیگر علاقوں کے مشرک قبائل عرب کی مسلمانوں سے عداوت کم ہونے کی بجائے مزید شدت اختیار کرگئی یہودیوں سے اگرچہ میثاق مدینہ ہو چکا تھا لیکن وہ انتہائی ناقابل اعتماد تھے بعد کے حالات نے ان کے متعلق مسلمانوں کے خدشات کو درست ثابت کردیا۔ رسول اکرم ﷺ کی ہجرت سے پہلے عبداللہ بن ابی مدینہ میں انصار کا رئیس سمجھا جاتا تھا۔ انصار نے اس کی تاج پوشی کی شاہانہ رسم ادا کرنے کی تیاری کرلی تھی لیکن مدینہ منورہ میں اسلام کی روز افزوں اشاعت، مکہ سے مسلمان مہاجرین کی لگاتار آمد اور پھر رسول اکرم ﷺ کی مدینے کی طرف ہجرت سے یہ منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔ عبداللہ بن ابی اسی محرومی کی وجہ سے حسد میں مبتلا ہوا۔ غزوۂ بدر کے بعد از راہِ نفاق، وہ اور اس کے ساتھی بظاہر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ جہاد اور قتال فی سبیل اللہ کی فرضیت سے پہلے بھی وہ مسلمانوں کے خلاف ہی تھا۔ رسول اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو تھوڑے ہی عرصے کے بعد قریشِ مکہ نے عبداللہ بن ابی کو خط لکھا کہ تم نے ہمارے آدمی (حضرت محمد ﷺ) کو اپنے ہاں پناہ دی ہے، ہم اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم لوگ انہیں مار ڈالو یا مدینہ سے نکال باہر کرو، ورنہ ہم سب لوگ تم پر حملہ کریں گے تم سے کشت وخون ہوگا ہم تمہاری عورتوں پر قبضہ کریں گے اور تمہارے جوانوں کو قتل کریں گے۔ تمہارا مال واسباب لوٹ لیں گے۔ اوس اور خزرج کے وہ لوگ جنہوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا، وہ بھی عبداللہ بن ابی کے ساتھ تھے۔ تاہم عبداللہ بن ابی مسلمانوں کے خلاف کسی جنگی اقدام کی ہمت نہ کرسکا گو وہ زندگی بھر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زیرزمین کام کرتا رہا۔

جب قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی کو مذکورہ مضمون کا خط لکھا تو اسی زمانے کے قریب قبیلۂ اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ عمرے کی ادائیگی کی لئے مکہ مکرمہ گئے۔ امیہ بن خلف سے حضرت سعدؓ کی

دور جاہلیت سے دوستی تھی وہ مکہ میں اب بھی اسی کے مہمان ہوئے۔ایک دن وہ امیہ بن خلف کے ہمراہ کعبے کے طواف کے لئے آئے تو ابوجہل سے ملاقات ہوگئی۔ابوجہل نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ تم لوگوں نے صابیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔مشرکین مکہ رسول اکرم ﷺ اور مسلمانون کو صابی (بمعنیٰ مرتد) کہا کرتے تھے۔ابوجہل نے کہا کہ اگر تجھے امیہ کی پناہ حاصل نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کر دیتا اس پر حضرت سعدؓ نے کہا کہ اگر تم نے ہمیں حج سے روکا تو ہم تمہارا شام کی تجارت والا مدینہ کا راستہ روک دیں گے۔قریش چونکہ خانہ کعبہ کے متولی تھے اس لئے دیگر قبائل ان سے مرعوب تھے اور ان کا احترام کرتے تھے۔قریش مکہ کی وجہ سے وہ بھی اسلام اور مسلمانوں کے مخالف تھے۔ان قبائل کی وجہ سے یمن وغیرہ کے لوگ ہجرت کے چھٹے سال تک رسول اکرم ﷺ تک پہنچنے سے قاصر رہے۔چنانچہ ۶ ؍ ہجری میں جب بحرین سے بنو عبدالقیس کا وفد آیا تو ان لوگوں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ مضر کے قبائل ہم کو آپ تک پہنچنے نہیں دیتے اس لئے ہم صرف ایام حج میں ہی آپ کی خدمت میں آسکتے ہیں۔ایام حج میں حرمت کے مہینوں کی وجہ سے جنگ عموماً موقوف ہو جاتی تھی۔

صرف یہی نہیں بلکہ قریش مدینہ پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ سازی میں لگے رہتے تھے۔ ہجرت کے بعد ابتدائی عرصے میں رسول اکرم ﷺ راتیں اکثر جاگ کر گزارتے تھے۔آپ کے حکم پر ایک مرتبہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے مسلح ہوکر رات بھر پہرہ دیا۔اکثر مسلمان راتوں کو ہتھیار باندھ کر سوتے تھے۔یہ وہ عام حالات تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کے خلاف مسلح جہاد کی اجازت دی۔ جب قریش مکہ کی جارحانہ روش جاری رہی تو مسلمانوں پر ہجرت کے پہلے سال ہی جہاد فرض کر دیا گیا۔ یوں کفار کے خلاف جنگوں کا سلسلہ چل پڑا۔جس لڑائی میں خود رسول اکرم ﷺ تشریف لے گئے اسے اصطلاح میں غزوہ کہا جاتا ہے اور جس میں آپ نے خود شرکت نہ فرمائی بلکہ اپنے اصحاب کو بھیج دیا اسے سریہ کہا جاتا ہے۔لغوی معنیٰ کے اعتبار سے بڑے لشکر کو جیش اور تھوڑے سپاہیوں پر مشتمل دستے کو سریہ کہا جاتا ہے۔لیکن واضح رہے کہ اہل علم نے غزوے اور سریے کے مفہوم میں بہت توسع سے کام لیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اگر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کسی مہم پر روانہ ہوئے ہوں تو اسے بھی غزوہ کا نام دیا گیا خواہ جنگ مقصود ہو یا نہ ہو لیکن جنگ کا خطرہ ہو، مثلاً صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کا مقصد صرف عمرہ کرنا تھا۔ جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن حدیبیہ کے اس سفر کو بھی سیرت نگار غزوۂ حدیبیہ قرار دیتے ہیں۔اسی طرح اگر کسی خاص موقع پر جنگ سرے سے ہوئی ہی نہ ہو تو بھی اس مہم کو غزوۂ ہی کہا جاتا ہے۔یہی حال سرایا کا

ہے، اگر رسول اکرم نے ایک دو آدمیوں کو کسی معاملے کی تحقیق یا کسی گروہ سے گفتگو یا اس طرح کے کسی اور کام کے لئے بھیجا ہو یا بھیجا تو جنگ کے لئے ہو لیکن اس کی نوبت نہ آئی ہو تو اس طرح کے تمام واقعات کو سرایا میں ہی شمار کیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ غزوات و سرایا کی تعداد میں سیرت نگاروں کا اور راویوں کا اختلاف رونما ہوا، کسی نے کسی خاص واقعہ کو غزوہ یا سریہ قرار دیا اور کسی نے نہیں دیا۔ جن غزوات میں فی الواقع جنگ ہوئی ان کی تعداد بہت کم ہے۔ کتب سیرت میں ہر سال کے غزوات و سرایا کا جو حال بیان کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر ہمارے خیال میں مجموعی تعداد کچھ یوں بنتی ہے:۔

سال ۱/ هجری قمریه شمسی:

(تین سرایا): سریہ حمزہؓ بن عبدالمطلب، سریہ عبیدہؓ بن حارث، سریہ سعدؓ بن ابی وقاص۔

سال ۲/ هجری قمریه شمسی:

(دس غزوات): غزوہ ذی العشیرہ، غزوہ ابوا، غزوہ بدر اولیٰ، غزوہ بواط، غزوہ ینبع، غزوہ بدر الکبریٰ، غزوہ قرقرۃ الکدر، غزوہ بنی قینقاع، غزوہ سویق، غزوہ غطفان،

(چار سرایا): سریہ عبداللہ بن جحش، سریہ عمیر بن عدی، سریہ سالم بن عمیر، سریہ غالب بن عبداللہ۔

سال ۳/ هجری قمریه شمسی:

(تین غزوات): غزوہ بحران، غزوہ احد، غزوہ حمراء الاسد۔

(پانچ سرایا): سریہ زیدؓ بن حارثہ، سریہ محمد بن مسلمہ، سریہ عبداللہؓ بن عتیک، سریہ ابی سلمہؓ، سریہ رجیع۔

سال ۴/ هجری قمریه شمسی:

(تین غزوات): غزوۃ بنی نضیر، غزوہ بدر الموعد، غزوہ دومۃ الجندل،

(ایک سریه): سریہ منذرؓ بن عمرو (حادثۂ بئر معمونہ)

سال ۵/ هجری قمریه شمسی:

(چار غزوات): غزوہ بنی مصطلق، غزوہ احزاب، غزوہ بنی قریظہ، غزوہ بنی لحیان۔

(چھ سرایا): سریہ عبداللہؓ بن انیس، سریہ محمد بن مسلمہ (مہم قرطاء)، سریہ عکاشہؓ بن محصن، سریہ محمدؓ بن مسلمہ، سریہ ابو عبیدہؓ بن الجراح، سریہ زیدؓ بن حارثہ۔

سال ۶/ هجری قمریه شمسی:

〈دو غزوات〉: غزوہ حدیبیہ، غزوۂ ذی قرد،

〈دس سرایا〉: سریہ عیص، سریہ طرف، سریہ وادی القریٰ، سریہ سیف البحر، سریہ دومۃ الجندل، مہم فدک، سریہ زیدؓ بن حارثہ، سریہ عبداللہؓ بن رواحہ، سریہ کرزؓ بن جابر، سریہ عمرو بن امیہ ضمری،

سال ۷/ هجری قمریه شمسی:

〈تین غزوات〉: غزوۂ خیبر، غزوۂ وادی القریٰ، غزوۂ ذات الرقاع۔

〈تیرہ سرایا〉: سریہ ابانؓ بن سعید، سریہ حسنی، سریہ عمر بن خطاب، سریہ ابی بکرؓ، سریہ بشیرؓ بن سعد انصاری، سریہ غالبؓ بن عبداللہ، سریہ بشیرؓ بن سعد انصاری، سریہ ابن ابی العوجاء، سریہ غالبؓ، بن عبداللہ، سریہ غالبؓ بن عبداللہ، سریہ شجاعؓ بن وہب الاسدی، سریہ کعبؓ بن عمیر، سریہ موتہ۔

سال ۸/ هجری قمریه شمسی:

〈تین غزوات〉: غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ حنین، غزوۂ طائف۔

〈دس سرایا〉: سریہ ذات السلاسل، سریہ ابوقتادہ انصاریؓ، سریہ ابوقتادہ انصاریؓ (۲)، سریہ سعیدؓ بن زید الاشہلی، سریہ خالدؓ بن ولید۔ سریہ عمروؓ بن العاص، سریہ خبریرؓ بن عبداللہ البجلی، سریہ خالدؓ بن ولید، سریہ ابوعاد اشعریؓ، سریہ طفیلؓ بن عمرو الدوسی۔

سال ۹/ هجری قمریه شمسی:

〈ایک غزوہ〉: غزوۂ تبوک،

〈آٹھ سرایا〉: سریہ عیینہؓ بن حصن الغزاری، سریہ قطبہؓ بن عامر انصاری، سریہ ضحاکؓ بن سفیان، سریہ علقمہؓ بن مجزز المدلجی، سریہ علیؓ بن ابی طالب، سریہ خالدؓ بن ولید، سریہ انہدام مسجد ضرار، سریہ ابوسفیانؓ بن حرب ومغیرہؓ بن شعبہ۔

سال ۱۰/ هجری قمریه شمسی:

〈تین سرایا〉: سریہ خالدؓ بن ولید، سریہ علیؓ بن ابی طالب، سریہ اسامہ بن زیدؓ۔

کل تعداد غزوات = ۲۹

کل تعداد سرایا　　=　　۶۳

جملہ غزوات و سرایا کی مجموعی تعداد　　=　　۹۲=۶۳+۲۹

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی ''محمدؐ'' کے اعداد بھی بحساب ابجد ۹۲ ہیں۔

غزوات میں غزوۂ بدر الکبریٰ، غزوۂ احد، غزوۂ احزاب، غزوۂ حدیبیہ، غزوۂ خیبر، غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک زیادہ اہم اور مشہور ہیں۔

۷۔ سریہ حمزہؓ بن عبدالمطلب:

اسے سریہ سیف البحر بھی کہا جاتا ہے۔ جہاد کا حکم ملنے کے بعد یہ پہلا سریہ تھا جو ہجرت کے ساتویں مہینے رمضان ۱ رہجری قمریہ شمسی، بمطابق ذی قعدہ ۱ رہجری قمری بمطابق مئی ۶۲۳ عیسوی جیولین میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت حمزہؓ کو لوائے ابیض (سفید جھنڈا) عطا فرمایا تھا۔ اس سریہ میں تیس مہاجرین تھے اور کوئی انصاری نہ تھا۔ یہ لوگ مشرکین کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں نکلے تھے جو شام سے مکہ واپس آ رہا تھا۔ مشرکین کی تعداد تین سو تھی اور ابوجہل ان کا سردار تھا۔ سیف البحر پر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے، مگر مجدی بن عمرو الجہنی کی مداخلت پر جنگ نہ ہوئی وہ دونوں کا حلیف تھا۔ اس نے درمیان میں پڑ کر فریقین میں جنگ نہ ہونے دی۔ سیف البحر مقام عیص کے نواح میں ساحلِ سمندر ہے۔ اور عیص بحر احمر کے اطراف میں ینبع اور عروہ کے درمیان مدینے سے چار رات کی مسافت پر ایک مقام ہے۔

۸۔ سریہ عبیدہؓ بن حارث:

یہ سریہ بطن رابغ کی جانب شوال ۱ رہجری قمریہ شمسی بمطابق ذی الحجہ ۱ رہجری قمری بمطابق جون ۶۲۳ عیسوی جیولین میں ساٹھ مہاجرین پر مشتمل روانہ ہوا۔ اس میں کوئی انصاری نہیں تھا۔ اس کا مقصد ابو سفیان بن حرب کے تجارتی قافلے کا تعاقب کرنا تھا۔ ابوسفیان کے ہمراہ دو سو افراد تھے۔ اس سرئے میں بھی قریش سے جنگ نہ ہوئی البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار کی طرف ایک تیر پھینکا جو مسلمانوں کی طرف سے کفار پر پھینکا جانے والا پہلا تیر تھا۔ رابغ، جحفہ سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ جحفہ مدینے سے چھ مرحلے پر اور مکہ سے تین مرحلے پر اور غدیر خم سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

یہ مصر اور شام سے آنے والے حاجیوں کی میقات ہے یعنی وہ مقام ہے جہاں سے وہ حج اور عمرے کے لئے احرام باندھتے ہیں۔ اب یہاں کوئی آبادی نہیں۔ اسے مَہْیَعَہ بھی کہا جاتا ہے۔

۹۔ سریہ سعدؓ بن ابی وقاص:

ہجرت کے نویں مہینے ذی قعدہ ۱رہجری قمریہ شمسی بمطابق محرم ۲رہجری قمری بمطابق جولائی ۶۲۳ عیسوی جیولین میں قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لئے یہ سریہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی سربراہی میں بیس یا اکیس مہاجرین کے ساتھ خرار بھیجا گیا جو جحفہ کے قریب واقع ہے۔ قریش کا قافلہ ایک دن پہلے ہی نکل چکا تھا۔

۱۰۔ دیگر واقعات:

اسی سال یعنی ۱رہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۔۲رہجری قمری میں حضرت کلثومؓ بن الھدم الدوسی نے وفات پائی۔ ہجرت کے موقع پر قباء میں انہی کے مکان پر رسول اکرم ﷺ نے قیام فرمایا تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ بھی اسی سال فوت ہوئے یہ ان چھ مردوں میں سے تھے جنہوں نے بیعتِ عقبۂ اولیٰ سے پہلے مکہ مکرمہ میں رسول اکرم ﷺ سے ملاقات کی تھی اور اسلام قبول کیا تھا۔ انہوں نے ہی مدینہ منورہ میں جمعہ کی نماز قائم کی تھی۔ آپ قبیلہ بنونجار کے نقیب تھے۔ ان کی وفات کا رسول اکرم ﷺ کو نہایت صدمہ ہوا۔ منافقین اور یہود نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ اگر آپ سچے رسول ہوتے تو اس طرح کے حوادث کیوں پیش آتے؟ آپ نے سنا تو فرمایا: **لا املک لنفسی و لا لصاحبی شیأ.** ''میں اپنی ذات اور اپنے ساتھی کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں''۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی ان کے والد حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا تھیں۔ اب تک مہاجرین میں سے کسی کی اولاد نہیں ہوئی تھی لوگوں میں مشہور تھا کہ یہودیوں نے ان مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے تو مہاجرین کو نہایت مسرت ہوئی۔ نمازوں میں اب تک صرف دو رکعتیں تھیں اب ظہر، عصر اور عشاء میں چار چار رکعات مقرر ہوئیں البتہ شرعی سفر کے دوران دو رکعتیں ہی بحال رہیں۔ اسی سال راجح قول کے مطابق نمازوں کے لئے اذان اور اقامت شروع ہوئی۔ اسی سال حضرت عثمان

غنیؓ نے بئر رومہ کا مشہور کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اسی سال قریش مکہ کے مشہور اسلام دشمن رؤسا میں سے ولید بن عتبہ اور عاص بن وائل سھمی کا انتقال ہوا۔

توقیتی مباحث:

تقابلی تقویمی جدول برائے سال ۱ر ہجری قمریہ شمسی ۱۔۲ر ہجری قمری، ۶۲۲۔۶۲۳ عیسوی جیولین بمطابق عبرانی سال ۴۳۸۳ خلیقہ (غیر مکبوس) ۲۳۱ ویں ۱۹ سالہ دور کا تیرھواں سال۔

یکم ستمبر ۶۲۲۴ عیسوی جیولین = (۲۴۳ تقسیم ۳۶۵+۶۲۲) تقسیم ۹۷۰۲۰۴ء-۶۵۲۶ء۶۴۰ = ۱۳۵۸۷ء۱، ۱۳۵۸۷ء۱۲x = ۶۳۰۴۴ء۱، ۴۴ء۱_۶۳۰ء۵x۲۹ء۵ = ۱۸ء۵۹ = ۱۹ اصفر ۱ر ہجری قمری، پس یکم ربیع الاول ۱ر ہجری قمری = ۳۲-۱۹ = ۱۳ ستمبر ۶۲۲ عیسوی، تاریخ قران شمس وقمر ۱۱ر ستمبر بوقت ۰۳:۲۷ پس یکم محرم ۱ر ہجری قمریہ شمسی = ۱۳ ستمبر ۶۲۲ عیسوی جیولین۔

۱۳ر ستمبر ۶۲۲ عیسوی جیولین کا دن = (۶۲۱ x ۲۵ء۱ کا حاصل ضرب بحذف کسر) + ۲۵۶ = ۱۰۳۲، ۱۰۳۲ تقسیم ۷ کا باقی ماند = ۳ = سوموار

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳ر ستمبر ۶۲۲ء	سوموار	یکم محرم ۱ ہجری	یکم ربیع الاول ۱ ہجری	۱۱ر ستمبر ۶۲۲ء	۰۳:۲۷۲
۱۲ر اکتوبر	منگل	یکم صفر	یکم ربیع الثانی	۱۰ر اکتوبر	۱۲:۴۴
۱۱ر نومبر	جمعرات	یکم ربیع الاول	یکم جمادی الاولیٰ	۸ر نومبر	۲۲:۴۳
۱۰ر دسمبر	جمعہ	یکم ربیع الثانی	یکم جمادی الاخریٰ	۸ر دسمبر	۰۹:۵۵
۹ر جنوری ۶۲۳ء	اتوار	یکم جمادی الاولیٰ	یکم رجب	۶ر جنوری ۶۲۳ء	۲۲:۴۹
۷ر فروری	سوموار	یکم جمادی الاخریٰ	یکم شعبان	۵ر فروری	۱۲:۴۷
۹ر مارچ	بدھ	یکم رجب	یکم رمضان	۷ر مارچ	۰۳:۵۳
۷ر اپریل	جمعرات	یکم شعبان	یکم شوال	۵ر اپریل	۱۹:۲۴
۷ر مئی	ہفتہ	یکم رمضان	یکم ذی القعدہ	۵ر مئی	۱۰:۵۵
۶ر جون	سوموار	یکم شوال	یکم ذی الحجہ	۴ر جون	۰۲:۰۳

۵؍جولائی	منگل	یکم ذی قعدہ	یکم محرم ۲ ہجری	۳؍جولائی	۱۶:۲۰
۴؍اگست	جمعرات	یکم ذی الحجہ	یکم صفر	۲؍اگست	۰۵:۵۴

ا۔ ہجرت مدینہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۱؍نومبر ۶۲۲ء	جمعرات	یکم ربیع الاول ۱ھ	یکم جمادی الاولیٰ ۱ھ	۸؍نومبر ۶۲۲ء	22:43

سیرت نگاروں نے واقعاتِ ہجرت کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں کی ہے۔ اہم شواہد درج ذیل ہیں:

(الف) تقریباً تمام متقدمین سیرت نگاروں نے رسول اکرم ﷺ کے قباء میں ورودِ مسعود کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱ ہجری بروز سوموار بیان کی ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے:

وقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة حين هاجر من مكة يوم الاثنين لاثنتى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول و هو المجتمع عليه وقد روى بعضهم انه قدم لليلتين خلتا من شهر ربيع الاول. (۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں سوموار کے دن بارہ ربیع الاول کو پہنچے جب آپ نے مکہ سے ہجرت فرمائی اور اس تاریخ پر (مؤرخین اور سیرت نگاروں کا) اجماع ہے اور بعض نے یہ بھی روایت کیا ہے کہ آپ کی تشریف آوری ۲؍ربیع الاول کو ہوئی تھی۔

واقدی نے لکھا ہے:

يوم الاثنين لاثنتى عشر من شهر ربيع الاول ويقال لليلتين خلتامن شهر ربيع الاول والثابت لاثنتى عشر. (۴)

بروز سوموار بارہ ربیع الاول اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ماہ ربیع الاول کی دو راتیں گزری تھیں مگر ثابت بارہ (ربیع الاول) ہی ہے۔

یہی تاریخ ابن ہشام، طبری اور ابن کثیر نے بھی بیان کی ہے (۵)۔ جدول سے ثابت ہو رہا

ہے کہ یکم ربیع الاول ا/ہجری قمریہ شمسی کو جمعرات کا دن تھا پس ۱۲/ربیع الاول قمریہ شمسی کو ٹھیک سوموار کا دن ہی برآمد ہوتا ہے جبکہ ۱۲/ربیع الاول ا/ہجری قمری کو سوموار نہیں بلکہ جمعہ تھا کیونکہ یکم ربیع الاول ا/ہجری کو سوموار تھا پس ۱۲/ربیع الاول قمری کو جمعہ کا دن ہوا۔ جدول کا متعلقہ حصہ نیچے ملاحظہ ہو:۔

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳/ستمبر ۶۲۲ء	سوموار	یکم محرم ۱ھ	یکم ربیع الاول ۱ھ	۱۱/ستمبر ۶۲۲ء	۰۳:۲۷

چونکہ خالص قمری تقویم میں سوموار کا دن ۱۲/ربیع الاول کو نہیں بلکہ ۸/ربیع الاول کو بنتا ہے تو بعض متاخرین مثلاً قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ نے رحمۃ للعالمین میں یہی تاریخ بیان کر دی جس کے مقابل عیسوی تاریخ ۲۰/ستمبر ۶۲۲ عیسوی تھی اور عبرانی تاریخ ۱۰/تشری ۴۳۸۳ خلیقہ تھی جو یہودیوں کے یوم کپور کی تاریخ ہے (۶)۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے بھی سیرۃ النبیؐ میں ۸/ربیع الاول کی تاریخ پر مؤرخین کا اتفاق نقل کیا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ان حضرات کو یہ غلطی اس لئے لگی کہ عربوں میں دورِ جاہلیت سے چلی آ رہی قمریہ شمسی تقویم کا انہیں علم نہ ہوسکا، چونکہ خالص قمری تقویم میں ۱۲/ربیع الاول کو سوموار نہیں تھا اس لئے بعض متقدمین نے ۱۲/ربیع الاول کی بجائے ۲/ربیع الاول کی تاریخ سمجھ لی۔ یکم ربیع الاول کو سوموار تھا تو ۲/ربیع الاول کو منگل ہوا۔ قمری تقویم میں ایک دن کا فرق معمولی بات ہے لہٰذا انہوں نے ۲/ربیع الاول کے صحیح ہونے کا گمان کر لیا۔ اجتماع شمس و قمر (قران) بغداد کے معیاری وقت کے مطابق ۱۱/ستمبر ۶۲۲ عیسوی جیولین کو بوقت تین بج کر ستائیس منٹ پر ہوا۔ ۱۲ستمبر کو غروب شمس کے وقت چاند کی عمر کوئی چالیس گھنٹے کے قریب ہو چکی تھی لہٰذا عام حالت میں اس عمر کے چاند کے نظر نہ آنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ یہ تو نہایت روشن چاند ہوگا پس ۱۲/ستمبر کو چاند نظر آیا اور ۱۳/ستمبر بروز سوموار ربیع الاول قمری کی پہلی تاریخ تھی اور ۲/ربیع الاول کو یقیناً منگل کا دن تھا پس ۲/ربیع الاول قمری کا ورودِ قبا کی تاریخ ہونا جدید تحقیق سے غلط ثابت ہو گیا ہے پس ہجرت کا مہینہ ربیع الاول قمری نہیں بلکہ قمریہ شمسی ہے جس کے مقابل خالص قمری تقویم کے اعتبار سے سال ا/ہجری قمری کا مہینہ جمادی الاولیٰ تھا اور عیسوی مہینہ نومبر کا تھا۔

(ب) احادیث عاشوراء کے مطابق مدینہ کے یہودی ۱۰ محرم کا روزہ رکھتے تھے کہ اس روز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات حاصل ہوئی تھی۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا

کہ اس خوشی میں مسلمانوں کو روزہ رکھنے کا زیادہ حق ہے چنانچہ آپ نے ۱۰ محرم کے روزے کا مسلمانوں کو حکم دیا۔ رمضان المبارک کے روزوں کے فرض ہونے سے پہلے ۱۰ محرم کا یہ روزہ فرض تھا بعد میں اس کی فرضیت منسوخ ہوئی اور یہ روزہ مستحب قرار پایا (۷) یہودیوں کا پہلا مہینہ تشری ہے اور ۱۰ تشری کا روزہ ان کے ہاں آج بھی فرض ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہودیوں کا ۱۰ تشری عربوں کے ۱۰ محرم کے بالمقابل ہوا کرتا تھا۔ اگر ہجرت کے مہینے ربیع الاول کو خالص قمری تقویم کا مہینہ بھی قرار دیا جائے تو بھی یہودیوں کا ۱۰ تشری ۸ ربیع الاول کی بجائے ۱۰ محرم کے بالمقابل ہونا چاہئے پس قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ کا ۸ ربیع الاول ارقمری ہجری کو یہودیوں کے ۱۰ ارتشری کے مقابل ٹھہرانا ہرگز درست نہیں بلکہ ۱۰ تشری تو ۸ محرم کے مقابل بھی نہیں ہوسکتا بلکہ ۱۰ محرم کے مقابل ہوسکتا ہے۔ قرائن سے یہی ثابت ہورہا ہے کہ اس دور کے یہودی طلوع ہلال کی بجائے رؤیت ہلال سے تاریخ کا شمار کرتے تھے ان تمام امور پر مکمل و مدلل بحث مقالے کی دوسری قسط میں کی جاچکی ہے۔

(ج) ہجرت کے موقع پر رسول اکرم ﷺ کے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی چادر اوڑھ کر لیٹے تھے۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے:۔

> **فبات فیه علیٌّ و تغشیٰ برداء احمر حضرمیا کان رسول اللہ ینام فیه. (۸)**
>
> تو وہاں حضرت علیؓ نے رات گزاری اور سرخ رنگ کی حضرمی چادر اوڑھے رہے جس میں رسول اللہ ﷺ سویا کرتے تھے۔

جیسا کہ اوپر واضح ہو چکا ہے ربیع الاول قمری ان دنوں ستمبر کے بالمقابل تھا اس گرم موسم میں کمرے کے اندر چادر اوڑھ کر سونا قرینِ فہم نہیں بلکہ اس فعل سے تو مکان کا محاصرہ کرنے والے مشرکین مکہ خواہ مخواہ شک میں مبتلا ہو کر فوراً چوکنے ہو جاتے یوں حفاظتی نقطۂ نگاہ سے بھی گرم موسم میں حضرت علیؓ کا چادر اوڑھ کر بستر پر لیٹنا قابلِ فہم نہیں۔ اس کے برعکس ربیع الاول قمریہ شمسی نومبر کے بالمقابل تھا۔ نومبر میں دن کے وقت تو دھوپ تیز ہوسکتی ہے لیکن عام حالات میں رات کو اتنی سردی ضرور ہو جاتی ہے کہ چادر وغیرہ اوڑھ کر سونا پڑتا ہے پس ہجرت کا مہینہ قمریہ شمسی ہے اور حضرت علیؓ کا چادر لپیٹ کر سونا موسمی تقاضے کے عین مطابق ہے۔

(د) سن سکندری کا پہلا مہینہ تشرین اول جیولین عیسوی تقویم کے اکتوبر کے بالمقابل ہوا کرتا تھا (۹) اس لئے سکندری سال کا آخری مہینہ ایلول عیسوی سال کے ستمبر کے مقابل آتا ہے۔ اکتوبر کے مہینے

سے پہلے کے مہینوں میں عیسوی سال میں تین سو گیارہ اور اکتوبر سے بعد تک کے مہینوں میں عیسوی سال میں تین سو بارہ جمع کرنے سے سکندری سال برآمد ہوتا ہے (۱۰) پس ۲۰ر ستمبر ۶۲۲ء بمطابق ۸ر ربیع الاول ارقمری ہجری کو رومی تاریخ ۲۰ر ایلول ۹۳۳ سکندری تھی۔ محمد موسیٰ خوارزمی نے بھی ہجرت کے ماہ ربیع الاول کو قمری سمجھتے ہوئے ہجرت کا رومی مہینہ ایلول لکھ دیا (۱۱) اس کا غلط ہونا واضح ہو چکا ہے۔

۲۔ سریہ حمزہؓ بن عبدالمطلب:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۷ر مئی ۶۲۳ء	ہفتہ	یکم رمضان اھ	یکم ذی قعدہ اھ	۵ر مئی ۶۲۳ء	10:55

زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ سریہ رمضان ارہجری قمریہ شمسی کا ہے جس کے بالمقابل قمری تقویم کا مہینہ ذی قعدہ ارہجری قمری ہے۔ عیسوی مہینہ مئی ۶۲۳ عیسوی ہے

۳۔ سریہ عبیدہؓ بن حارث:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۶ر جون ۶۲۳ء	سوموار	یکم شوال اھ	یکم ذی الحجہ اھ	۴ر جون ۶۲۳ء	02:03

زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ سریہ شوال ارہجری قمریہ شمسی کا ہے جس کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ ذی الحجہ اھ ہے۔ عیسوی مہینہ جون ۶۲۳ عیسوی جیولین ہے۔

۴۔ سریہ سعدؓ بن ابی وقاص:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۵ر جولائی ۶۲۳ء	منگل	یکم ذی قعدہ اھ	یکم محرم ۲ھ	۳ر جولائی ۶۲۳ء	16:20

زمنی ترتیب کے اعتبار سے یہ سریہ ذی قعدہ اھ کا ہے خالص قمری تقویم میں یہ قمری سال ۲

ہجری کا محرم کا مہینہ ہے۔عیسوی مہینہ جولائی ۶۲۳ عیسوی جیولین ہے۔

توقیتی جدول سال ا ہجری قمریہ شمسی = ۱-۲ ہجری قمری = ۶۲۲ - ۶۲۳ عیسوی جیولین

نمبر شمار	اہم واقعات	قمریہ شمسی ہجری	دن	قمری ہجری	عیسوی جیولین
۱	ہجرتِ مدینہ، مکہ سے روانگی	۲ ر ربیع الاول ا ھ	شب جمعہ	۲ ر جمادی الاولیٰ ا ھ	۱۱، ۱۲ ر نومبر ۶۲۲ ء
۲	غار ثور میں قیام	۲ تا ۴ ربیع الاول	جمعہ تا اتوار	۲ تا ۴ جمادی الاولیٰ	۱۲ تا ۱۴ ر نومبر
۳	غار ثور سے مدینہ کی جانب روانگی	۵ ر ربیع الاول	سوموار	۵ ر جمادی الاولیٰ	۱۵ ر نومبر
۴	ورودِ قُبا	۱۲ ر ربیع الاول	سوموار	۱۲ ر جمادی الاولیٰ	۲۲ ر نومبر
۵	محلّہ بنی سالم میں پہلا جمعہ	۱۶ ر ربیع الاول	جمعہ	۱۶ ر جمادی الاولیٰ	۲۶ ر نومبر
۶	سریہ حمزہؓ بن عبدالمطلب	رمضان	۔	ذی قعدہ	مئی ر ۶۲۳ ء
۷	سریہ عبیدہؓ بن حارث	شوال	۔	ذی الحجہ	جون
۸	سریہ سعدؓ بن ابی وقاص	ذی قعدہ	۔	محرم ۲ ر ہجری	جولائی

مذکورہ بالا توقیتی جدول میں اور اسی طرح اگلے سالوں کی توقیتی جدول میں ہم نے ہر اس (مکمل یا جزوی) توقیت کے اوپر خط کھینچ دیا ہے جو کتب سیرت میں مذکور ہے۔ جو قمری یا قمریہ شمسی توقیت کتب سیرت میں مذکور نہیں بلکہ اس کی تخریج خود ہم نے حسابی قواعد سے کی ہے اسے ویسے ہی چھوڑ دیا ہے اس پر خط نہیں کھینچا گیا۔

سال ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۲۔۳ ہجری قمری

ا۔ غزوۂ ذی العُشَیرہ:

اسے ذی العسیرہ اور ذی العشیراء بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ اس غزوہ کے لئے یکم صفر ۲ ر ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم جمادی الاولیٰ ۲ ر ہجری قمری کو روانہ ہوئے۔ عیسوی تاریخ ۳۱ ر اکتوبر ۶۲۳

عیسوی جیولین بروز سوموار تھی۔ توقیتی مباحث میں ہم ثابت کریں گے کہ غزوات میں سب سے پہلا غزوہ یہی ہے۔ سیرت نگاروں نے دوتقویمی التباس کی وجہ سے اسے ناحق مؤخر کر دیا۔ اس غزوے کا مقصد بنو مدلج اور ان کے حلفا بنوضمرہ سے امن کا معاہدہ کرنا تھا۔ قریش کے ایک تجارتی قافلے کو روکنا بھی مقصود تھا جو شام کی طرف جا رہا تھا تاہم لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ڈیڑھ یا دو سو مہاجرین کے ہمراہ پہلے عشیرہ پہنچے جو ینبع کے قریب ہے۔ آپ نے یہاں بنو مدلج اور ان کے حلفا بنوضمرہ سے معاہدہ کیا۔ آپ نے حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا تھا۔

۲۔ غزوۂ ابواء یا غزوۂ ودّان:

یہ دونوں ایک ہی غزوے کے نام ہیں۔ غزوہ ذی العشیرہ کے ضمن میں مذکور ہو چکا ہے کہ آپ بنو مدلج اور بنوضمرہ سے امن کے معاہدے کے خواہش مند تھے چنانچہ عشیرہ میں یہ معاہدہ ہو چکا تھا لیکن اس لحاظ سے نامکمل تھا کہ بنوضمرہ کے اصل مساکن ابوا اور ودان کے مقامات پر تھے اس لئے صفر ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۲ ہجری قمری میں ہی آپ ساٹھ مہاجرین کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کو مدینے میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ اس غزوے میں شام سے مکہ واپس آنے والے قریش کے تجارتی قافلے کا تعاقب بھی مقصود تھا لیکن یہ قافلہ نکل چکا تھا اس لئے جنگ نہ ہوئی البتہ بنو ضمرہ سے آپ کا معاہدۂ امن مکمل ہوا۔ بنوضمرہ کا سردار مجدی بن عمرا اور بقول بعض مخشی بن عمرو تھا۔ چونکہ ان دونوں غزوات کا اصل مقصد مدلج اور ضمرہ کے قبائل سے امن کا معاہدہ کرنا تھا اس لئے غزوۂ ابوا دراصل غزوۂ ذی العشیرہ ہی کا حصہ ہے اس غزوے سے آپ کی مراجعت یکم ربیع الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمری بمطابق ۳۰ نومبر ۶۲۳ عیسوی جیولین کو بروز بدھ ہوئی۔ ابواء اور ودّان دو الگ الگ بستیوں کے نام ہیں۔ ابوا، جحفہ سے ۲۳ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس کا صدر مقام اُلفُرع ہے۔ مدینے سے اس کا فاصلہ آٹھ بُرد کا ہے۔ بُرُد کا لفظ ''برید'' کی جمع ہے۔ ایک برید چار فرسخ کا اور ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے اور میل چار ہزار ہاتھ کا ہوتا ہے۔ ان دونوں غزوات میں علمبردار حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھے۔

۳۔ غزوۂ بدر اولیٰ:

اسے غزوۂ سفوان، غزوۂ بہ تعاقب کرز بن جابر فہری بھی کہتے ہیں۔ کرز بن جابر فہری مشرکین مکہ کے روٗسا میں سے تھا۔ اس نے مدینہ منورہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کر کے رسول اکرم ﷺ کے مویشی لوٹ لئے تھے۔ آپ نے مدینہ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کو نائب مقرر فرمایا اور خود کرز بن جابر کے تعاقب میں نکلے۔ علمبردار حضرت علیؓ تھے۔ آپ بدر کے نواح میں وادی سفوان تک پہنچ گئے لیکن کرز بن جابر جا چکا تھا۔ یہ کرز بن جابر بعد میں مسلمان ہو گئے اور فتح مکہ میں تنہا راہ چلتے شہید ہوئے تھے آپ اس غزوہ کے لئے مدینہ منورہ سے ۱۲ ربیع الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۱ دسمبر ۶۲۳ عیسوی جیولین کو بروز اتوار روانہ ہوئے تھے۔

۴۔غزوۂ بُواط:

ربیع الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق رجب ۲ ہجری قمری بمطابق دسمبر ۶۲۳ء / جنوری ۶۲۴ عیسوی جیولین میں رسول اکرم ﷺ دوسو مہاجرین کے ہمراہ قریش کے ایک تجارتی قافلے کے لئے نکلے تھے اس قافلے میں قریش کے سو آدمی اور ۲۵۰۰ اونٹ تھے۔ ان میں اُمیہ بن خلف جمحی بھی تھا۔ لیکن جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ بُواط ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکہ سے شام جانے والے راستے میں جحفہ کے قریب مدینہ سے ۴۸ میل کے فاصلے پر جھینہ سلسلے کے ایک دوشاخہ پہاڑ کی ایک شاخ کا نام ہے یہ ینبع کے قریب ہے اور ینبع مدینہ سے سمندر کی جانب جاتے ہوئے رضویٰ سے دائیں جانب ایک رات کی مسافت پر واقع ہے۔ مدینہ میں آپ نے حضرت سائب بن عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

۵۔سریہ عبداللہ بن جحش:

اسے سریہ نخلہ بھی کہا جاتا ہے اواخر جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر رمضان ۲ ہجری قمری بمطابق مارچ ۶۲۴ عیسوی جیولین میں رسول اکرم ﷺ نے عبداللہ بن جحش بن رئاب الاسدی کی سربراہی میں یہ سریہ روانہ فرمایا تھا۔ اس میں بارہ یا اٹھارہ آدمی تھے، عبداللہؓ بن جحش کو آپ نے ایک خط دیا تھا کہ دو دن سفر کرنے کے بعد اسے کھولا جائے اور اس میں دی گئی ہدایات کے مطابق عمل کیا جائے۔ دو دن کے بعد یہ خط کھولا گیا تو اس میں لکھا تھا کہ چلتے جاؤ یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ تک پہنچ جاؤ اور قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ بطن نخلہ، مکہ اور طائف کے درمیان مکہ سے ایک دن کی

مسافت پر واقع ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں طائف سے واپسی پر جنات نے آپ سے قرآن سنا تھا۔ عبداللہؓ بن جحش کا اتفاقاً قریش کے کچھ لوگوں سے سامنا ہوگیا جو شام سے تجارت کا مال لے کر آ رہے تھے۔ حضرت عبداللہؓ نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے ایک شخص عمرو بن الحضرمی مارا گیا اور دو شخص عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان گرفتار ہوگئے۔ باقی لوگ بھاگ گئے مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔ چونکہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت عبداللہؓ بن جحش کو مشرکین مکہ کی جاسوسی کا حکم دیا گیا تھا جنگ مقصود نہ تھی، اس لئے آپ اس واقعہ پر ناراض ہوئے اور مال غنیمت قبول کرنے سے انکار کر دیا لیکن بعد میں حضرت عبداللہؓ بن جحش کی اس اجتہادی خطا کو معاف کر دیا گیا اور مالِ غنیمت بھی قبول کر لیا گیا۔

عمرو بن الحضرمی قریش مکہ کے معززین میں سے تھا اس لئے اس کے قتل پر وہ سخت برہم ہوئے۔ غزوۂ بدر کے اسباب میں عمرو بن الحضرمی کا قتل بھی نہایت اہم سبب ہے بلکہ قریش مکہ کا مسلمانوں کے خلاف یہ روز افزوں اشتعال بعد کے غزوات کا بھی سبب بنا۔ اسلام میں یہ سب سے پہلا مالِ غنیمت تھا اور عمرو بن الحضرمی کا مسلمانوں کے ہاتھوں یہ سب سے پہلا قتل تھا۔ اس سریہ میں پکڑے جانے والے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔

عمرو بن الحضرمی کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کا یہ واقعہ ۳۰ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم بمطابق ۳۰ رمضان قمری بمطابق ۲۶ مارچ ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز سوموار ہوا۔ قریش مکہ نے جمادی الاخریٰ قمریہ شمسی کے مہینے کو ۲۹ دن کا ٹھہرا کر اسے یکم رجب ۲ ہجری قمریہ شمسی کا واقعہ قرار دیا۔ عربوں میں رجب، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور محرم کے چار مہینے اشہرِ حُرم (حرمت والے مہینے) سمجھے جاتے تھے اس لئے مشرکین نے مسلمانوں کو خوب بدنام کیا اور طعنہ دیا کہ انہوں نے حرمت والے مہینے رجب کی حرمت کو پامال کیا ہے۔ ممکن ہے قریش مکہ کو غلط فہمی ہوئی ہو مگر اصل حقیقت یہی ہے کہ جمادی الاخریٰ قمریہ شمسی ۳۰ دن کا ہی تھا اور مسلمانوں نے رجب کی حرمت کو پامال نہیں کیا تھا۔ چونکہ قریش مکہ کا مسلمانوں کے خلاف طعن و تشنیع کا یہ سلسلہ طول پکڑتا گیا اور وہ قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف مشتعل کرتے رہے تو مسلمانوں نے کبیسہ کا (نسی والا) مہینہ محرم کے بعد ڈالنے کی بجائے شوال قمریہ شمسی کے بعد ڈال دیا اور رجب ۲ ہجری قمریہ شمسی کو اس طریقے سے شعبان ۲ ہجری قمریہ شمسی میں بدل دیا یہی وجہ ہے کہ سال ۲ ہجری قمریہ شمسی کے واقعات کی توقیت محرم سے جمادی الاخریٰ تک کے مہینوں میں اس قمریہ شمسی تقویم کے مطابق ہوئی جس میں کبیسہ کا مہینہ محرم کو مکرر کر کے ڈالا گیا تھا۔ بعد کے مہینوں میں واقعات کی توقیت

اس قمریہ شمسی تقویم کے مطابق ہوئی جس میں کبیسہ کا مہینہ محرم کی بجائے شوال کو مکرر کر کے ڈالا گیا۔ آئندہ صفحات میں توقیتی مباحث کے عنوان کے تحت اسے انشاء اللہ بخوبی واضح کیا جائے گا۔

۶۔ تحویلِ قبلہ:

اس کی تاریخ ۱۵ شعبان ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ شوال) بمطابق ۱۵ شوال ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۱۰ اپریل ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز منگل ہے۔ اس سے پہلے سترہ ماہ تک مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کے پابند رہے۔ اسی لئے اسے قبلۂ اول کہا جاتا ہے رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں کی دلی خواہش یہ تھی کہ خانہ کعبہ قبلہ مقرر ہو کہ وہ مقدس ترین اور افضل ترین مقام ہے۔ رسول اکرم ﷺ تحویلِ قبلہ کے لئے وحی کے منتظر رہتے تھے، بالآخر آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی۔

۷۔ غزوۂ ینبع:

اکثر سیرت نگاروں نے سریہ عبداللہؓ بن جحش اور غزوۂ بدر الکبریٰ کے درمیانی عرصے میں کسی اور غزوے کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن ابن حبیب بغدادیؒ نے المحبر میں غزوۂ ینبع کا ذکر کیا ہے چونکہ سریہ عبداللہؓ بن جحش کے ایام میں ابوسفیان کا تجارتی قافلہ روانہ ہو چکا تھا اس لئے رسول اکرم ﷺ نے اس کے تعاقب کا اس وقت بھی ارادہ فرمایا جب یہ شام روانہ ہو رہا تھا لیکن یہ قافلہ بچ نکلا۔ آپ ﷺ کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ پڑوس کے قبائل بنوغفار اور بنواسلم سے امن کا معاہدہ کیا جائے۔ ینبع چونکہ عُشیرہ سے قریب واقع ہے اس لئے ابن حبیب کے سوا دیگر سیرت نگاروں مثلاً ابن سعدؒ نے غزوۂ ینبع کو غزوۂ ذی العشیرہ کے ساتھ گڈمڈ کر دیا ہے اور لکھا ہے کہ غزوۂ ذی العشیرہ بعد میں غزوۂ بدر کا سبب بنا حالانکہ سطور بالا میں لکھا جاچکا ہے کہ غزوۂ ذی العشیرہ سب سے پہلا غزوہ ہے جو صفر ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق جمادی الاولیٰ ۲ ہجری قمری میں ہوا تھا۔ بالفرض جمادی الاولیٰ کو قمریہ شمسی بھی قرار دیا جائے تو بھی اسے غزوۂ بدر کا فوری سبب قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اواخر جمادی الاخریٰ قمریہ شمسی میں وقوع پذیر سریہ عبداللہ بن جحش، غزوہ بدر کا اصل سبب ہے جو قریش مکے کے فوری اشتعال کا نتیجہ تھا اور ان کے اس اشتعال میں مزید شدت اس لئے پیدا ہوئی کہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کا اس غزوۂ ینبع اور بعد میں غزوۂ بدر کے ایام میں تعاقب کیا گیا تھا۔ یہ غزوہ شعبان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق شوال ۲ ہجری قمری بمطابق مارچ/اپریل ۶۲۴

عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔

۸۔ بنو غفار اور بنو اسلم سے معاہدات:

اس کی توقیت حسب سابق ہے۔ مزید وضاحت توقیتی مباحث میں ہوگی۔

۹۔ غزوۂ بدر الکبریٰ:

یہ نہایت ہی اہم اور مشہور ترین غزوۂ ہے۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ کفر و اسلام کی پہلی باضابطہ جنگ ہے۔ جس سے اسلام کے روز افزوں غلبے اور کفر کے لگاتار زوال اور انحطاط کا آغاز ہوا۔ اس غزوے سے پہلے کے واقعات سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ حتی الامکان قریش مکہ اور دیگر قبائل عرب سے جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتے تھے چنانچہ سابقہ غزوات میں مشرکین مکہ کے جن تجارتی قافلوں کا تعاقب کیا گیا تو کہیں بھی جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ سریہ عبداللہؓ بن جحش میں لڑائی کی ابتدا مسلمانوں سے ہوئی تو آپ نے اس سریے کے سردار عبداللہؓ بن جحش سے ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ آپ کا اپنے دشمنوں کے خلاف رویہ ہجرت کے بعد ابتدائی سالوں میں محض دفاعی نوعیت کا تھا، اقدامی نہ تھا۔ اقدامی جہاد کا آغاز غزوہ احزاب کے بعد ہوا۔

غزوۂ فتح مکہ، غزوۂ حنین و طائف، غزوۂ خیبر، غزوۂ تبوک سب اقدامی نوعیت کے غزوات ہیں۔ شروع میں آپ نے اس وقت کے معروضی حالات کے پیش نظر مدافعانہ جنگیں لڑیں ورنہ ہر مرتبہ تجارتی قافلے آپ کی زد سے بچ نکلنے میں کامیاب نہ ہوا کرتے، آپ یقیناً بہتر سے بہتر منصوبہ بندی فرما سکتے تھے۔ آپ کا اصل مقصد قریش مکہ کو ان کے جارحانہ عزائم سے روکنے کے لئے مسلسل نفسیاتی خوف اور دباؤ میں مبتلا رکھنا تھا کہ اگر وہ باز نہ آئے تو ان کے تجارتی مفادات بری طرح مجروح ہو سکتے ہیں جن پر ان کی معیشت کا دارومدار تھا۔ قریش مکہ کے جارحانہ عزائم مخفی نہیں تھے انہوں نے مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کو خط لکھ کر مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کو رسول اکرم ﷺ نے سمجھایا کہ اگر تم نے مسلمانوں سے جنگ کی تو یہ تمہاری ہی قوم کے اپنے ہی ہم نسب بھائیوں کے خلاف جنگ ہوگی جبکہ قریش سے ان کی لڑائی ہوئی تو یہ اپنوں سے نہیں بلکہ اغیار سے ہوگی اس پر وہ تمام مجمع منتشر ہو گیا جو عبداللہ بن ابی کی معیت میں مسلمانوں کے خلاف لڑائی پر آمادہ ہو رہا

تھا یہ اوس اور خزرج کے وہ لوگ تھے جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ قریش مکہ نے مدینہ کے پڑوس میں آباد یہودیوں سے بھی خفیہ ساز باز شروع کر رکھی تھی۔ ان حالات میں یہی مناسب تھا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کو جو مکہ سے شام اور وہاں سے واپس مکہ آیا کرتے تھے، خوف زدہ رکھا جائے۔ سریہ عبداللہ بن جحش میں قریش کے معزز رئیس عمرو بن الحضرمی کا قتل قریش کی مسلمانوں کے خلاف مزید عداوت اور فوری اشتعال کا سبب بنا۔ انہی دنوں ان کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں شام روانہ ہوا جس میں قریش کے ہر چھوٹے بڑے فرد نے سرمایہ لگا رکھا تھا۔ اس سرمایہ کاری میں عورتیں بھی پیچھے نہ رہی تھیں اگر کسی کے پاس ایک دینار بھی تھا تو اسے تجارت میں لگا دیا گیا تاکہ تجارت میں ہونے والے خطیر نفع کو مسلمانوں کے خلاف جنگی مصارف میں استعمال کیا جاسکے۔ قریش مکہ نے اس تجارت میں کوئی پچاس ہزار دینار کا سرمایہ لگایا تھا دینار سونے کا سکہ تھا جو ساڑھے چار ماشے وزن کا تھا۔ وزن کے اعشاری نظام کے جدید پیمانے کے مطابق کل سرمایہ تقریباً دوسو انیس کلوگرام سونے کے برابر بنتا ہے اور آج کل کے سونے کے نرخ کے مطابق اس کی قیمت تقریباً سوا پندرہ کروڑ روپے بنتی ہے۔ اس کے تجارتی منافع کو مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں استعمال ہونا تھا، لہٰذا انسدادی تدابیر اور دفاعی مقاصد کی خاطر مسلمانوں کو پورا حق حاصل تھا کہ وہ اس تجارتی قافلے پر حملہ کر کے اس کے اموال کو چھین لیں۔ اس قافلے میں قریش کے تیس یا چالیس ایسے مرد تھے جو قریش کے سرداروں میں سے تھے ان میں عمرو بن العاص اور مخرمہ بن نوفل خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اس قافلے کے مقابلے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی بعض حضرات نے چستی اور ہمت کا اظہار کیا اور بعض نے زیادہ توجہ اس لئے نہ دی کہ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اتنا بڑا نہیں کہ سب کا جنگ کے لئے نکلنا ضروری ہو۔ خود رسول اکرم ﷺ نے بھی اسی خیال کے پیش نظر نفسیر عام یعنی عام کوچ کا حکم صادر نہیں فرمایا تھا محض ترغیب دی تھی کہ جن کے پاس سواری کے جانور ہوں وہ ہمارے ساتھ چلیں۔ اس طرح بہت سے لوگ ساتھ جانے سے رک گئے اور جن کی سواریاں دیہات میں تھیں انہوں نے اجازت طلب کی کہ ہم اپنی سواریاں لے آئیں تو ساتھ چلیں، مگر وقت اتنے انتظار کا نہ تھا اس لئے وہی لوگ ساتھ چل سکے جن کے پاس گھر میں سواری کے جانور موجود تھے اور بہت سے بغیر سواری کے ہی ساتھ چل دیئے، کیونکہ یہ کسی کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ ابوسفیان کا قافلہ تو بچ نکلے گا اور قریش کی باقاعدہ منظم اور مسلح فوج سے اچانک جنگ کی نوبت آجائے گی۔

رسول اکرم ﷺ ۱۲ رمضان المبارک ۲ ہجری قمریہ شمسی بروز اتوار (بحساب کیبیسہ شوال)

بمطابق ۱۲ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۶ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین مدینہ سے روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ تین سو سے زائد صحابہ کرامؓ تھے۔ ابن کثیرؒ نے الفصول فی سیرۃ الرسول میں تاریخ روانگی ۸/ رمضان بیان کی ہے (۱۲)۔ مدینہ میں آپ نے نماز کے لئے اپنے نابینا صحابی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو اپنا نائب مقرر فرمایا لیکن بعد میں جب آپ روحاء کے مقام پر پہنچے تو آپ نے حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا اور انہیں مدینہ واپس جانے کا حکم دیا کیونکہ مدینہ میں اپنی عدم موجودگی میں آپ کو منافقین اور یہودیوں کی طرف سے اطمینان نہ تھا۔ مدینہ کی بالائی آبادی (عالیہ) پر آپ نے حضرت عاصمؓ بن عدی کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

اس سے پہلے جب آپ مدینہ سے کوئی ایک میل چل آئے تھے، آپ نے فوج کا جائزہ لیا۔ فوج میں جو کم عمر تھے انہیں واپس کر دیا گیا۔ عمیرؓ بن ابی وقاص بھی کم سن بچے تھے انہیں واپس جانے کو کہا گیا تو وہ رونے لگے تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں اجازت دے دی۔ ان کے بڑے بھائی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ان کے گلے میں تلوار سجائی۔

مدینے سے دو دن کی مسافت پر واقع بئر سُقیا کے مقام پر پہنچے تو رسول اکرم ﷺ نے اس کنوئیں کا شیریں پانی پیا اور صحابہ کرامؓ کو بھی اس کے پینے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے سقیا کے گھروں کے قریب نماز ادا کی۔ آپ نے حضرت قیسؓ بن صعصعہ کو فوج کی مردم شماری کا حکم دیا تو یہ اطلاع ملنے پر آپ خوش ہوئے کہ تین سو تیرہ حضرات ہیں آپ نے اسے نیک فال قرار دیا کہ اصحابِ طالوت کی بھی یہی تعداد تھی جو جالوت پر غالب آئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے پاس صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے۔ ایک گھوڑا حضرت زبیرؓ بن العوام اور دوسرا حضرت مقدادؓ بن اسود الکندی کا تھا۔ اونٹوں پر دو دو اور تین تین آدمی باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب آپ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو یہ حضرات اس خواہش کا اظہار کرتے کہ آپ سوار رہیں، ہم آپ کے بدلے پیدل چلیں گے آپ یہ جواب دیتے کہ تم مجھ زیادہ قوی نہیں ہو اور نہ ہی میں پیدل چلنے کے ثواب سے مستغنی ہوں کہ پیدل چلنے کی اپنی باری تمہیں دے دوں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر باری باری سوار ہونے والے اور پیدل چلنے والے رسول اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ، اَنَسہ اور ابو کبشہ رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ایک اونٹ پر اسی طرح باری باری سوار ہونے والے اور پیدل چلنے والے حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما تھے۔ یہی حال باقی حضرات کا تھا۔

اسلامی فوج کا بڑا جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر کو دیا گیا تھا۔ ایک چھوٹا جھنڈا حضرت علیؓ کے پاس تھا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعدؓ بن معاذ کو دیا گیا تھا۔ ساقہ (فوج کے پچھلے حصے) کی کمان حضرت قیس بن ابی صعصعہ کو سونپی گئی تھی جب آپ صفراء کے مقام پر پہنچے تو آپ نے بسبس بن عمرو الجہنی اور عدی بن ابی الزغباء الجہنی کو ابوسفیان کے قافلے کے حالات معلوم کرنے کے لئے آگے بھیج دیا۔ ادھر ابو سفیان کو اطلاع ہو چکی تھی کہ رسول اکرم ﷺ اس کے تعاقب اور مقابلے کے لئے نکلے ہیں تو اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو بیس مثقال سونے کے عوض مکہ میں بھیجا کہ وہ تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر جلد از جلد اہل مکہ کو مطلع کر دے کہ ان کے تجارتی قافلے کو سخت خطرہ لاحق ہے۔ ضمضم بن عمرو نے عرب دستور کے مطابق اس خطرے کا اعلان کرنے کے لئے اپنی اونٹنی کے ناک کان کاٹ دیئے اور اپنے کپڑے آگے پیچھے سے پھاڑ ڈالے اور کجاوے کو اونٹنی کی پشت پر الٹا کر کے رکھا۔ اس زمانے میں یہ علامات سخت خطرے کی سمجھی جاتی تھیں جب وہ اس حال میں مکہ میں داخل ہوا تو پورے مکہ میں ایک طوفان برپا ہو گیا، اور قریشِ مکہ تجارتی قافلے کو بچانے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے پورے جوش وخروش، غیظ وغضب، اور فخر وریا کے عالم میں باہر نکلے۔ ابوجہل سردارِ مکہ نے سب کو مقابلے کے لئے نکلنے کا جوش دلایا۔ اس لئے جو لوگ کسی وجہ سے خود جنگ میں شامل نہیں ہو سکتے تھے انہوں نے اپنی جگہ دوسرے لوگوں کو بھیج دیا۔ ابولہب نے بھی اپنی جگہ ایک ایسے شخص کو قائم مقام بنایا جو اس کا مقروض تھا۔ جو لوگ مثلاً بنو ہاشم جنگ میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے، انہیں بطور خاص مجبور کیا گیا جو ذرا ہچکچاتا اسے بزدلی کا طعنہ دیا جاتا۔ جنگ کے لئے نکلنے والے ان مشرکین مکہ کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی تلواروں، زرہوں وغیرہ سامان جنگ کی کوئی کمی نہ تھی ہر شخص لوہے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ان کے لشکر میں حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوجہل، امیہ بن خلف، عباس بن عبدالمطلب وغیرہ روزانہ نو یا دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ فوج کا سپہ سالار تھا۔ ترانے گانے والی لونڈیاں بھی باجوں اور طبلوں وغیرہ آلاتِ لہولعب سمیت لشکر کے ہمراہ تھیں۔ یہ لوگ بڑی آن بان اور ٹھاٹھ باٹھ سے روانہ ہوئے۔ اور چند ہی دنوں میں بدر کے نواح میں پہنچ گئے۔ بدر ایک کنویں کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے کوئی اسی میل کے فاصلے پر ہے اور اسی کے نام سے ایک گاؤں کی آبادی بھی ہے۔

قریش مکہ کے بدر کے نواح میں پہنچنے سے پہلے ہی ابوسفیان کی طرف سے انہیں اطلاع مل چکی تھی کہ اس کا تجارتی قافلہ مسلمانوں سے بچ نکلا ہے لہٰذا جنگ کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں لیکن ابوجہل

نے واپسی سے انکار کر دیا۔ اس نے کہا واللہ! ہم بدر کے چشموں تک پہنچے بغیر واپس نہیں ہوں گے ہم وہاں تین دن ٹھہریں گے، بادہ نوشی کریں گے، گانے والیاں گانے گائیں گی، یوں عرب کے لوگ ہم سے ہمیشہ کیلئے مرعوب رہیں گے۔ بنوعدی کے لوگ تو پہلے ہی اس لشکر میں شامل نہ ہوئے تھے اب بنوزہرہ بھی یہ کہہ کر واپس ہوگئے کہ جب ابوسفیان کا قافلہ بحفاظت مکہ پہنچ گیا ہے تو اب لڑائی کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔ بنوزہرہ میں صرف دو افراد جنگ میں شامل ہوئے اور دونوں ہی مقتول ہوئے یہ مشہور محدث محمد بن مسلم المعروف بہ ابن شہاب زہری کے والد مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری کے دو چچا تھے۔

ابوسفیان کے بچ نکلنے کی صورت یہ ہوئی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کے دونوں جاسوس بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء بدر کے علاقے میں پہنچے تو انہوں نے دو عورتوں کو آپس میں باتیں کرتے سنا۔ وہاں مجدی بن عمرو الجہنی بھی موجود تھا۔ ایک عورت دوسری سے پوچھ رہی تھی کہ تو میرا قرض کب واپس کرے گی؟ دوسری نے جواب دیا کہ کل یا پرسوں تک ابوسفیان کا تجارتی قافلہ یہاں سے گزرنے والا ہے میں قافلے کے لئے محنت اور مزدوری کروں گی تو جو رقم مجھے حاصل ہوگی اس سے تمہارا قرض بے باق کردوں گی۔ اس پر مجدی بن عمرو نے بھی ابوسفیان کے تجارتی قافلے کی متوقع آمد کی تصدیق کی۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ قاصد واپس چلے آئے اور آپ کو ان حالات سے باخبر کیا۔ ان کے بعد ابوسفیان بھی بدر کے علاقے میں اسی مقام پر پہنچا اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا کہ کیا تم نے محمد (ﷺ) کے کسی ساتھی کو یہاں دیکھا ہے؟ مجدی نے جواب دیا کہ میں انہیں نہیں جانتا البتہ میں نے دو سواروں کو اس ٹیلے کے قریب ٹھہرے دیکھا تھا ابوسفیان اس مقام تک پہنچا اور وہاں پڑی اونٹوں کی مینگنیوں کو توڑ کر دیکھا تو بول پڑا واللہ! ان مینگنیوں سے جو گٹھلیاں نکلی ہیں یہ تو یثرب (مدینہ) کی کھجوروں کی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس نے مکہ جانے کا اپنا راستہ فوراً بدلا اور ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ اپنے قافلے کو لے گیا اور مسلمانوں سے صاف بچ کر نکل گیا۔

مکہ سے قریش کے لشکر کے روانہ ہونے کی اطلاع رسول اکرم ﷺ کو ہو چکی تھی۔ آپ نے اپنے ساتھ آنے والے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ قریش کے اس لشکر سے جنگ کرنا ہے یا نہیں؟

حضرت ابوایوب انصاریؓ اور بعض دیگر اصحاب نے عرض کیا کہ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں اور نہ ہی ہم اس قصد سے مدینے سے نکلے تھے ہمارا مقصد تو صرف ابوسفیان کے قافلے کو روکنا تھا۔ ان حضرات کا یہ مشورہ ظاہری حالات کے مطابق تھا مسلمان کسی بڑی جنگ کے لئے تیار ہو کر نہیں نکلے

تھے موجودہ سنگین صورت تو اچانک پیدا ہوگئی تھی مسلمانوں کے پاس کل دو گھوڑے، ستر اونٹ اور چند تلواریں تھیں۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں قریش مکہ کے پوری طرح مسلح اور مستعد لشکر کا مقابلہ بظاہر ناممکن نظر آ رہا تھا یہ لشکر تعداد میں بھی اسلامی لشکر کے تین گنا سے بھی کچھ زائد تھا۔ اس کے باوجود یہ بھی نظر آ رہا تھا کہ قریش کے اس بڑے لشکر کا ہی سامنا کرنا پڑے گا اس لئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور تعمیل حکم کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے تعمیل حکم اور وفاداری کا یقین دلایا۔ پھر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا ''جو کچھ آپ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ملا ہے اس کو آپ جاری فرمائیں ہم سب پوری طرح آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا: اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون. ''یعنی جایئے آپ اور آپ کا رب دونوں ہی لڑائی لڑتے رہیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے''۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ ہمیں ملک حبشہ کے مقام برک الغماد تک بھی لے جائیں گے تو ہم جنگ کے لئے آپ کے ساتھ چلیں گے۔ رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے اس دینی جذبے اور حمایت پر نہایت خوش ہوئے اور دعائیں دیں لیکن آپ کو انصار کی رائے کا انتظار تھا کیونکہ انصار نے آپ سے نُصرت اور امداد کا جو معاہدہ کیا تھا وہ اندرونِ مدینہ دشمن سے لڑنے کا تھا مدینہ سے باہر امداد کرنے کے وہ معاہدے کی رو سے پابند نہ تھے اس لئے آپ نے پھر چند مرتبہ لوگوں سے یہ کہا مجھے مشورہ دو کہ ہم یہ جہاد کریں یا نہ کریں۔ انصار تاڑ گئے تو حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ انصار کی طرف سے کھڑے ہوئے اور عرض کیا ''یارسول اللہ! ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے شہادت دی کہ جو کچھ آپ لائے ہیں سب حق ہے اور ہم نے آپ سے اطاعت وفرمانبرداری کا عہد کر رکھا ہے ہم ہر حال میں آپ کی اطاعت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی آپ کو ملا ہوا ہے ہم پر جاری فرمایئے۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا ہے آپ اگر ہمیں سمندر میں لے جائیں تو بھی ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے ہم میں سے کوئی شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ آپ ہمیں دشمن سے کل ہی لڑنے کا حکم دیں تو ہمیں ناگوار نہ ہوگا ہم جنگ میں ثابت قدم رہنے والے اور دشمن سے لڑتے وقت اپنے قول میں پکے اور سچے رہنے والے لوگ ہیں شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ذریعہ آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے آپ اللہ کی برکت سے جہاں چاہیں ہمیں لے چلیں۔'' رسول اللہ ﷺ اپنے ان جاں نثار اصحاب کی وفاداری، استقامت اور عزیمت سے نہایت مسرور ہوئے اور حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر چلو اور بشارت بھی سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے

مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان دو جماعتوں مین سے ایک پر ہمارا غلبہ ہوگا۔(ان دو جماعتوں سے مراد ایک ابو سفیان کا تجارتی قافلہ اور دوسرا مکہ سے آنے والا مشرکین مکہ کا یہ لشکر ہے) پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں گویا اپنی آنکھوں سے مشرکین کی قتل گاہ دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنگ میں کہاں کہاں پچھاڑے جائیں گے۔یعنی اللہ کا یہ وعدہ عیر یا نفیر کا تھا۔''عیر'' قافلے کو کہتے ہیں اس سے ابوسفیان کا قافلہ مراد ہے اور''نفیر'' فوج کے عام کوچ کو کہتے ہیں یہاں اس سے مشرکین مکہ کا بڑا لشکر مراد ہے۔

پھر رسول اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چل پڑے اور بدر کے قریب جا اترے۔وہاں آپ اپنے ایک صحابی کے ہمراہ سوار ہوکر نکلے تا کہ قریش کی کوئی خبر معلوم ہو پھر آپ واپس تشریف لائے اور حضرت علیؓ، سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ قریش کا پتہ لگائیں یہ حضرات قریش کے دو غلاموں کو پکڑ لائے۔رسول اکرم ﷺ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے۔صحابہ کرامؓ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا تم کون ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم قریش کے سقے ہیں، آنحضور ﷺ کے اصحاب ان کے اس جواب کو ناپسند کرتے تھے ان کی خواہش تھی کہ یہ ابوسفیان کے قافلے کے ہوں کیونکہ ابو سفیان کے قافلے پر حملہ کرنا اور اسے قابو میں کر لینا آسان تھا اور قریش مکے کے بڑے لشکر سے مقابلہ بہت مشکل اور صبر آزما دکھائی دے رہا تھا۔تو یہ حضرات ان دونوں غلاموں کو مارنے لگے۔مار کھانے پر وہ یہ کہہ دیتے کہ ہم تو ابوسفیان کے آدمی ہیں جب انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ پھر یہی کہنے لگتے کہ ہم تو قریش کے لشکر کے ساتھ ہیں۔رسول اکرم ﷺ نے نماز پوری کی تو فرمایا اس اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جب یہ دونوں سچ کہتے ہیں تو تم انہیں مارنے لگتے ہو اور جب وہ جھوٹ بولتے ہیں تو تم انہیں چھوڑ دیتے ہو۔پھر آپ نے ان سے فرمایا مجھے بتاؤ کہ قریش کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس نشیبی علاقے کے پیچھے وہ پڑاو ڈالے ہوئے ہیں۔آپ نے دریافت فرمایا کہ ان کی تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں صحیح تعداد معلوم نہیں۔آپ نے پوچھا کہ وہ کتنے جانور روزانہ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ کسی روز نو اور کسی روز دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ نو سو سے لے کر ہزار کے درمیان ہیں۔

قریش چونکہ پہلے پہنچ چکے تھے اس لئے انہوں نے مناسب جگہوں پر قبضہ کرلیا تھا۔اس کے برعکس مسلمان نشیبی علاقے میں تھے، زمین بھی بہت ریتلی تھی، اونٹوں کے پاؤں اس میں دھنس جاتے تھے۔حضرت خبابؓ بن منذر نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ جس جگہ آپ اترے ہیں کیا یہ اللہ کا حکم ہے یا اپنی طرف سے فوجی تدبیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وحی نہیں ہے، اپنے طور پر ایسا کیا ہے۔حضرت

حبابؓ نے مشورہ دیا کہ ہم آگے بڑھ کر چشمے پر قبضہ کرلیں اور ارد گرد کے کنویں بے کار کر دیئے جائیں۔ آپ نے یہ مشورہ قبول فرمایا اور اسی پر عمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوئی کہ بارش بھی ہوگئی جس سے ریتلی زمین ٹھیک ہوگئی گرد جم گئی۔ جا بجا پانی کو روک کر وضو اور غسل وغیرہ کے لئے چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے گئے پانی پر اگرچہ آپ نے قبضہ کرلیا تھا لیکن دشمنوں کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی۔ جہاں قریش مکہ ٹھہرے وہاں کی زمین ایسی تھی کہ بارش سے کیچڑ ہوگیا اور چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے لئے ایک سائبان محفوظ جگہ پر بنادیں جہاں آپ مقیم رہیں اور آپ کی سواریاں بھی آپ کے قریب ہی رہیں۔ ہم دشمن کے خلاف جہاد کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی تو ہمارا مقصد یہی ہے اگر خدانخواستہ کوئی دوسری صورت ہوتو آپ اپنی سواری پر سوار ہوکر مدینہ تشریف لے جائیں وہاں آپ کے جو اصحاب موجود ہیں وہ آپ سے محبت اور جاں نثاری میں ہم سے پیچھے نہیں ہیں۔ اگر مدینے سے نکلتے وقت علم ہوجاتا کہ ہمارا مقابلہ اس بڑے لشکر سے ہوگا تو یقیناً وہ بھی ساتھ دیتے۔ رسول اکرم ﷺ ان کی اس جاں نثارانہ پیش کش پر مسرور ہوئے اور دعائیں دیں۔ آپ کے لئے ایک مختصر سائبان بنادیا گیا جس میں آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا دروازے پر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ پہرہ دیتے رہے۔

رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ بدر کے مقام پر رات کے قریب پہنچے تھے، یہ ۱۷ رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۷ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری کی رات تھی۔ رسول اکرم ﷺ رات بھر بیدار رہ کر نماز اور دعا میں مشغول رہے۔ ان پریشان کن حالات میں صحابہ کرامؓ متفکر اور پریشان تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اونگھ طاری فرمادی جس سے ان کا اضطراب جاتا رہا۔

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو مشرکین کی قتل گاہ دکھائی کہ فلاں شخص فلاں جگہ پر مقتول ہوگا حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ جیسے آپ نے فرمایا تھا اگلے روز بعینہ اسی طرح ہوا جس کو جہاں قتل ہونا تھا وہ اپنی جگہ سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہوسکا۔

صبح کے وقت جب قریش کی فوج کے دستے میدان میں آگئے تو رسول اکرم ﷺ نے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ! یہ قریش کے لوگ فخر وغرور اور تکبر کے ساتھ آئے ہیں۔ اے اللہ! یہ تیرے بھی مخالف ہیں اور تیرے رسول کے بھی دشمن ہیں۔ ادھر قریش میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو خونریزی اور جنگ

کو ٹالنا چاہتے تھے ان لوگوں میں حکیم بن حزام بھی شامل تھے جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہ حکیم بن حزام ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے۔ عمر میں رسول اکرم ﷺ سے پانچ برس بڑے تھے وہ گو زمانۂ جاہلیت میں آپ سے محبت رکھتے تھے اور آپ کے ظہور نبوت کے بعد ان کی یہ محبت آپ سے قائم رہی لیکن فتح مکہ تک ایمان نہیں لائے۔ وہ قریش کے ایک اہم رئیس تھے۔ دار الندوہ کے مہتمم بھی وہی تھے۔ یہ قریش مکہ کی فوج کے سردار عتبہ بن ربیعہ سے جا کر ملے کہ قریش کا بڑا مطالبہ سریہ عبداللہ بن جحش میں قتل ہونے والے عمرو بن حضرمی کے قصاص کا ہے چونکہ وہ آپ کا حلیف تھا اس لئے اگر اس کا خون بہا آپ ادا کر دیں تو جنگ سے بھی بچ جائیں گے اور آپ کی نیک نامی بھی ہوگی۔ عتبہ بخوشی تیار ہو گیا لیکن ابو جہل اس تجویز پر سخت غضبناک ہوا۔ عتبہ کے فرزند حضرت ابو حذیفہؓ اسلام لا چکے تھے۔ ابو جہل نے بدگمانی کی کہ عتبہ اپنے بیٹے کی وجہ سے جنگ سے جی چرا رہا ہے کیونکہ حضرت ابو حذیفہؓ اس معرکہ میں رسول اکرم کے ساتھ آئے تھے اور اسلامی سپاہ میں شامل تھے۔ عتبہ اور ابو جہل میں سخت کلامی بھی ہوئی۔ ابو جہل نے عمرو بن الحضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ تمہارے مقتول بھائی کے خون بہا کا معاملہ ہاتھ سے جاتا نظر آتا ہے اس نے عرب دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑے اور گرد اڑا کر زور زور سے چیخنے لگا وا عمراہ، وا عمراہ (ہائے عمرو! ہائے عمرو!) اس واقعہ نے تمام لشکر میں انتقام کا جوش پیدا کر دیا۔

دونوں افواج میں با قاعدہ جنگ کا اب آغاز ہونے والا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے اسلامی فوج کی صف آرائی کی۔ آپ کے دستِ مبارک میں ایک تیر تھا جس کے ذریعہ آپ صفیں سیدھی فرما رہے تھے کہ کوئی شخص مقررہ حد سے ادھر ادھر ہٹنے نہ پائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب دشمن قریب آ جائے تو اس پر حملہ کرو حملے میں جلدی نہ کرو۔ اس موقع پر جبکہ معمولی سے معمولی مدد بھی مسلمانوں کے لئے بہت بڑی غنیمت کا درجہ رکھتی تھی، رسول اللہ ﷺ کے دو صحابی حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابو حسیلؓ ادھر آ نکلے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں قریش کے آدمیوں نے راستے میں پکڑ لیا تھا اور انہوں نے یہ عہد لے کر ہمیں چھوڑا کہ تم جنگ میں محمد (ﷺ) کا ساتھ نہیں دو گے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں حضرات کو جنگ میں حصہ لینے سے منع فرما دیا کہ ہم ہر حال میں عہد کی پاسداری کریں گے ہمیں اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے۔ صفوں کی ترتیب اور درستی کے بعد آپ سائبان میں تشریف لے گئے ابو بکرؓ بھی آپ کے ساتھ تھے حضرت سعدؓ بن معاذ انصاری چند دیگر انصاری مردوں کے ساتھ سائبان کے دروازے پر بطور حفاظت کھڑے رہے تاکہ دشمن آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ آپ پر سخت خشوع و خضوع کی حالت طاری تھی آپ نہایت

عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے بار بار دعا کر رہے تھے کہ اللہ! تو اپنی مدد کا وعدہ پورا فرما اگر آج یہ جماعت ہلاک ہوگئی تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ آپ کے کندھوں سے چادر بار بار نیچے سرک جاتی تھی اور حضرت ابوبکرؓ اسے درست کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کی اس حالت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے عرض کیا یا رسول اللہ! اب بس کیجئے اللہ یقیناً آپ سے اپنی مدد کا وعدہ پورا فرمائے گا۔ آپ پر تھوڑی دیر کے لئے اونگھ طاری ہوئی پھر آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا **سیھزم الجمع و یولّون الدبر**. عنقریب (کفار کی) فوج کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر جائیں گے۔ ابوبکر صدیقؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "ابوبکر! خوش ہو جاؤ یہ جبرئیل اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے ہیں گھوڑے کی پیشانی اور ٹانگوں پر (میدان جنگ کا) غبار ہے۔

جنگ کی ابتدا میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ مشرکین کی طرف سے نکلے اور مسلمانوں سے اپنا مبارز (مقابل) طلب کرنے لگے۔ اس دور کے دستور کے مطابق مبارزت کے لئے مسلمانوں کی طرف سے تین انصاری صحابی حضرت عوف اور معوذ جو عفراء کے بیٹے تھے اور عبداللہ بن رواحہ نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ تو انہوں نے کہا ہم انصار ہیں تو عتبہ نے کہا تم اپنی جگہ پر بھلے ہو ہم اپنے عم زاد یعنی مہاجرین سے لڑنا چاہتے ہیں۔ اس پر مہاجرین میں سے حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم مقابلے کے لئے میدان میں آئے۔ ولید کا مقابلہ حضرت علیؓ سے اور عتبہ کا حضرت حمزہؓ سے ہوا تو عتبہ اور ولید دونوں مارے گئے۔ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو اپنے کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر انہیں لٹا دیا اور خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے چہرے کا غبار صاف فرمایا۔ حضرت عبیدہؓ نے آپ سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں تم شہید ہو اور میں اس پر گواہ ہوں اس پر حضرت عبیدہؓ نہایت مسرور ہوئے۔ جب فوت ہوئے تو خود رسول اللہ ﷺ ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے انہیں دفن فرمایا۔ علامہ ابن کثیرؒ کی روایت کے مطابق حضرت عبیدہؓ کے زخم کا خون بند نہیں ہوا تھا جس سے ان کا انتقال مقام صفراء پر ہوا تھا۔

عبیدہ بن سعید بن العاص مشرکین کے طرف سے میدان میں آیا اور پکار کر کہا کہ میں ابوذات الکرش ہوں۔ یہ اس کی کنیت تھی وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھی۔ حضرت زبیرؓ اس کے مقابلے کے لئے نکلے۔ تاک کر آنکھ میں برچھی ماری جس سے وہ زمین پر گرا

اور مر گیا۔ برچھی اس کی آنکھ میں اس طرح پیوست ہوگئی تھی کہ حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر پوری طاقت سے کھینچی تو باہر نکلی اس کے دونوں سرے خم ہو گئے یہ برچھی ایک یادگار بن گئی۔ حضرت زبیرؓ سے یہ برچھی رسول اکرم ﷺ نے مانگ لی پھر چاروں خلفائے راشدینؓ کے پاس رہی پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔

حضرت زبیرؓ نے اس جنگ میں کئی گہرے زخم اٹھائے۔ کندھے کا زخم اتنا گہرا تھا کہ اس کے اندر انگلی چلی جاتی تھی آپ کے صاحبزادے حضرت عروہ بن زبیرؒ بچپن میں ان زخموں سے کھیلا کرتے تھے۔ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں جب حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو عبدالملک کے کہنے پر حضرت عروہ بن زبیرؒ نے حضرت زبیرؓ کی تلوار کو پہچانا تھا جس میں بدر کے معرکہ میں دندانے پڑ گئے تھے۔ یہ تلوار عبدالملک نے حضرت عروہؒ کو دے دی تھی۔

گھمسان کی جنگ جاری تھی کہ انصار میں سے دو لڑکوں معاذ بن عمرو بن الجموع اور معوذؓ بن عفراء نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے ابوجہل کا پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا چونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کا پکا دشمن ہے اس لئے ہم اسے قتل کر کے ہی رہیں گے (۱۴) انہیں جب ابوجہل کا پتہ چلا تو وہ اس پر جھپٹ پڑے اور اسے گرا دیا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے معاذ کے بائیں کندھے پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔ حضرت معاذؓ نے عکرمہ کا پیچھا کیا لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ حضرت معاذ لڑائی میں مصروف رہے لیکن ہاتھ کے لٹکنے سے تکلیف ہوتی تھی انہوں نے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھ کر دبایا جس سے تسمہ بھی الگ ہو گیا۔ ابوجہل کا نام ابوالحکم عمرو بن ہشام تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے ظہور سے پہلے اسے ابوالحکم کہا جاتا تھا۔ اس لعین نے اسلام اور مسلمانوں سے بدترین عداوت دکھائی تو وہ ابوجہل کے نام سے مشہور ہوا۔ ابوجہل کے قتل کی رسول اکرم ﷺ کو حضرت معاذؓ اور معوذؓ دونوں نے اطلاع دی ہر ایک کا دعویٰ تھا کہ اس نے ابوجہل کو قتل کیا ہے آپ نے دونوں کی تلواروں کا معائنہ فرما کر تصدیق فرمائی کہ دونوں نے ابوجہل کو قتل کیا ہے۔ جنگ کے اختتام پر آپ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا کہ کوئی ابوجہل کی خبر لے کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جا کر لاشوں میں دیکھا تو وہ وہاں پڑا دم توڑ رہا تھا۔ ابوجہل نے کہا کہ ایک شخص کو اس کی قوم نے مار ڈالا تو اس میں فخر کی کونسی بات ہے؟ ابوجہل نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تھپڑ مارا تھا۔ انہوں نے اب انتقام لینے کے لئے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھا تو ابوجہل بولا کہ اے بکری چرانے والے! دیکھ تو کہاں پاؤں رکھ رہا ہے؟ حضرت عبداللہؓ بن مسعود اس کا سر کاٹنے لگے

تو کہنے لگا تمہاری تلوار کند ہے میری تلوار سے میری گردن کاٹو اور ذرا لمبی رکھ کر کاٹو کہ سردار کی گردن ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس کے سر کو گردن کے بالکل اوپر کے حصے سے کاٹا اور لا کر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ جنگ کی ابتدا میں عتبہ جنگ سے بچنا چاہتا تھا جس پر اسے ابوجہل نے بزدلی کا طعنہ دیا تھا اور اس سے سخت کلامی سے پیش آیا تھا۔ عتبہ، ابوجہل کے اسی طعنے کی وجہ سے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو لے کر میدان میں نکلا تھا اور مسلمانوں سے اس دور کے دستور کے مطابق مبارزت طلب کی تھی۔ یہ تینوں مارے گئے تھے یوں ابوجہل خود بھی ڈوبا اور ان تینوں کو بھی لے ڈوبا۔

امیہ بن خلف رسول اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سے کسی زمانے میں وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ کبھی مدینہ آیا تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ بدر کے دن حضرت عبدالرحمٰن کی کوشش تھی کہ امیہ کی جان بچ جائے وہ اسے لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے اتفاقاً حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا اور کہا کہ آج اسے ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ انہوں نے انصار کو خبر کر دی تو وہ امیہ پر ٹوٹ پڑے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا لیکن انہوں نے اسے قتل کر دیا اور پھر امیہ کی طرف پلٹے۔ امیہ فربہ اندام تھا حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اسے زمین پر لیٹ جانے کو کہا اور خود اسے ڈھانپ لیا کہ لوگ اسے قتل نہ کرنے پائیں۔ انصار نے حضرت عبدالرحمٰن کی ٹانگوں کے نیچے سے امیہ کو کھینچ لیا اور قتل کر کے دم لیا۔ خود حضرت عبدالرحمٰنؓ کو بھی کچھ زخم آئے۔

ابوالبختری ان لوگوں میں شامل تھا جو جنگ میں خوشی سے شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ قریش کے مجبور کرنے سے ان کے ساتھ آئے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو ایسے لوگوں کے نام بھی بتادیئے تھے۔ مجذر کی نظر ابوالبختری پر پڑی۔ مجذر انصار کے حلیف تھے۔ مجذر نے ابوالبختری سے کہا کہ چونکہ تیرے قتل سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے اس لئے تجھے چھوڑے دیتا ہوں۔ ابوالبختری نے اپنے ایک ساتھی کے متعلق پوچھا کہ کیا اسے بھی چھوڑ دو گے؟ اسے جب نفی میں جواب ملا تو کہنے لگا کہ میں عورتوں کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ اپنی جان تو بچالی مگر ساتھی کو موت کے حوالے کر دیا پھر وہ رجز پڑھتا ہوا مجذر پر حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

غزوہ بدر میں مسلمانوں کے لئے ایک سخت ترین آزمائش یہ بھی تھی کہ ان کے انتہائی قریبی رشتے دار کفار کی فوج میں تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ایک بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر کفار کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ یہ بعد میں مسلمان ہوئے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ایک مرتبہ انہوں نے اپنے والد

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا کہ بدر کے دن آپ میری تلوار کی زد میں آئے تھے لیکن باپ ہونے کی وجہ سے میں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ اے بیٹے! اگر تو ایک مرتبہ بھی میرے قابو میں آتا تو ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔ عتبہ میدان میں آیا تو حضرت ابوحذیفہؓ جو اس کے فرزند تھے، اس کے مقابلے کو آگے بڑھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی تلوار اپنے ماموں کے خون سے رنگین ہوئی۔

جب گھمسان کی لڑائی جاری تھی رسول اکرم ﷺ نے کنکریوں کی ایک مٹھی کفار کے لشکر کی طرف پھینکی۔ آپ کا یہ معجزہ تھا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوا کہ یہ کنکریاں مشرکین کے لشکر میں سے ہر سپاہی کی آنکھوں میں لگیں جس سے انہیں تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ بھی نازل فرمائے جن کی تعداد پہلے ایک ہزار تھی پھر تین ہزار اور اس کے بعد پانچ ہزار ہوئی۔ بدر میں شریک بعض صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ بسا اوقات ہم اپنے کسی مقابل کے قتل کرنے کے لئے آگے بڑھتے تھے تو ان کی گردنیں پہلے ہی کٹ کر گر جاتیں۔ اس غزوے میں اور بھی کئی عجیب باتیں ظاہر ہوئیں جنگ سے پہلے فریقین کو ایک دوسرے کی تعداد بہت کم دکھائی دی تاکہ دونوں جماعتیں خوب تندہی سے باہم گتھم گتھا ہو جائیں تاکہ اسلام کے غلبے اور کفر کی شرمناک ہزیمت کا مقصد پورا ہو۔ کبھی ایسا ہوا کہ مشرکین مکہ کو جنگ کے دوران مسلمانوں کی تعداد اپنے سے دوچند نظر آئی جس سے وہ ابتدا ہی میں مرعوب اور خوف زدہ ہو گئے۔ کفار تو ویسے ہی مسلمانوں سے تین گنا تھے اس لئے مسلمانوں نے نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ سے رحمت اور غلبے و نصرت کی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔

ابوجہل اور عتبہ جیسے رؤسائے قریش کے قتل ہونے سے مشرکین مکہ کی ہمت جواب دے گئی۔ مسلمانوں نے انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ کے چچا عباس، حضرت علیؓ کے بھائی عقیل، عبداللہ بن زمعہ، نوفل، اسود بن عامر وغیرہ بڑے بڑے معزز لوگ گرفتار کر لئے گئے۔ ان قیدیوں میں رسول اکرم ﷺ کے داماد ابوالعاص بھی شامل تھے جو آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ ان جنگی قیدیوں کی تعداد کوئی ستر کے قریب تھی تقریباً اتنے ہی لوگ مارے گئے۔ ان مارے جانے والوں میں قریش کے نامور بہادر سردار اور سپہ سالار تھے ان میں ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج، عاص بن ہشام وغیرہ وغیرہ نامور لوگ شامل تھے۔ مکے میں جن لوگوں نے رسول اکرم ﷺ کے مکان کا محاصرہ کیا تھا ان میں تین کے سوا باقی سب مارے گئے۔

مسلمانوں میں صرف چودہ آدمی شہید ہوئے ان میں سے چھ مہاجرین میں سے، چھ انصار کے

قبیلہ خزرج کے اور دو قبیلہ اوس کے تھے۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہونے والے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام مِہْجَعؓ تھے اور بقول بعض سب سے پہلے شہید ہونے والے حارثہ بن سراقہ انصاری تھے۔ مہجع کو عامر حضرمی نے قتل کیا تھا جو اپنے بھائی عمرو بن الحضرمی کے خون کا دعویدار تھا۔ جنگ کے آغاز میں یہی عامر حضرمی سب سے پہلے آگے بڑھا تھا جس کے مقابلہ میں مہجعؓ نکلے اور مرتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

اس جنگ میں شیطان مدلج کے سردار سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت میں قریش کے سامنے نمودار ہوا۔ اس نے قریش سے کہا کہ تم پر آج کوئی غالب نہیں آسکتا اور میں اپنے ان ساتھیوں کے ہمراہ تمہارے ساتھ ہی شریک ہوں۔ قریش کو بنو مدلج کا خوف تھا کہ مکہ سے ان کی عدم موجودگی میں وہ مکہ میں ان کے اہل وعیال اور اموال پر چڑھائی نہ کردیں۔ شیطان قریش کے سامنے سراقہ بن مالک کی شکل میں اس طرح آیا کہ اس کے ہاتھ میں جھنڈا اور اس کے ساتھ ایک دستہ بہادر فوج کا تھا یہ دراصل شیطانی لشکر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب مسلمانوں کی مدد کے لئے جبریل و میکائیل کی قیادت میں ملائکہ کا لشکر بھیجا تو شیطان اپنے ان ساتھیوں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ اس وقت اس کا ہاتھ ایک قریشی جوان حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا۔ حارث نے اسے ٹوکا کہ تم کیوں بھاگ رہے ہو تو اس نے اس کے سینے پر مار کر اسے نیچے گرادیا اور یہ کہتا ہوا چلتا بنا کہ میں تمہارے کام سے بری ہوں۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔

جنگ بدر میں شاندار فتح کی بشارت اہل مدینہ تک پہنچانے کے لئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما کو بھیجا تھا۔ مدینہ میں یہ خوشخبری اتوار کے روز ۱۹ رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۹ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۳ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین اس وقت پہنچی جب حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ کی تدفین ہو چکی تھی۔ حضرت رقیہؓ ایام بدر میں بیمار تھیں اس لئے رسول اکرم ﷺ نے ان کی تیمارداری اور دیکھ بھال کے لئے ان کے شوہر حضرت عثمان غنی ذی النورینؓ کو مدینہ ہی میں رہنے کا حکم دیا تھا اور جنگ کے لئے انہیں اپنے ساتھ نہیں لے کر گئے تھے۔ لیکن غزوۂ بدر کے اموال غنیمت میں حصہ ان کا بھی رکھا گیا تھا۔ یعنی حضرت عثمانؓ گو حقیقتاً اس غزوے میں شریک نہ ہو سکے لیکن حکماً انہیں شریک ہی سمجھا گیا۔

ابن حزم کی روایت کے مطابق حضرت عثمان کے علاوہ سات اور حضرات بھی ایسے ہیں جو غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن انہیں غنیمت میں شریک کیا گیا ان میں حضرت طلحہؓ اور حضرت سعیدؓ بن زید بھی شامل ہیں۔ اسی لئے شرکائے بدر کی تعداد میں سیرت نگاروں میں کچھ اختلاف واقع ہوا چنانچہ

اس غزوے میں شریک مہاجرین کی تعداد ۸۶، قبیلہ اوس کے شرکا کی تعداد ۶۱ اور خزرج کے شرکا کی تعداد ۱۷۰ بیان کی جاتی ہے اس طرح کل تعداد ۳۱۳ کی بجائے ۳۱۷ بنتی ہے گو مشہور تعداد ۳۱۳ ہی ہے۔ اسی طرح غزوۂ بدر میں شریک بعض صحابہ کرامؓ کے اسماء گرامی میں بھی اختلاف ہے۔

رسول اکرم ﷺ میدان بدر میں تین دن رہے قریش مکہ کے مقتولین کی لاشوں کو وہاں موجود ایک وسیع کنویں میں ڈالا گیا آپ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے جو وعدہ (کامیابی اور نصرت کا) مجھ سے کیا تھا وہ پورا ہوا تو جو وعدہ (ذلت و رسوائی اور عذاب کا) تم سے ہوا تھا وہ پورا ہوا یا نہیں؟ تم نے مجھے جھٹلایا لوگوں نے میری تصدیق کی تم نے مجھے نکالا لوگوں نے مجھے ٹھکانا دیا تمہارا ساتھ بدترین ساتھ تھا۔ امیہ بن خلف کی لاش زیادہ گل سڑ چکی تھی اس لئے اسے وہیں دبا دیا گیا۔ پھر آپ اسیران بدر اور اموال غنیمت کے ساتھ مدینہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مال غنیمت پر آپ نے حضرت عبداللہ بن کعب الخزرجی کو امین بنایا تھا۔ جب آپ مقام صفرا پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان غنیمتوں کو اصحاب میں تقسیم فرمایا۔ قیدیوں میں سے نضر بن حارث کو قتل کر دیا گیا کیونکہ یہ شخص انتہائی خبیث اور مفسد تھا۔ اس کی بہن یا بیٹی قُتیلہ نے مرثیے کے اشعار کہے جو مشہور ہیں اور جن کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے کہا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر مجھے ان اشعار کا پہلے سے علم ہو جاتا تو میں اسے قتل نہ کراتا۔ جب آپ عرق الظبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے عقبہ بن ابی معیط (جنگی قیدی) کے قتل کا بھی حکم صادر فرمایا۔ اور اسے قتل کر دیا گیا۔ یہ شخص بھی آپ کا بدترین دشمن تھا آپ کو ایذا پہنچایا کرتا تھا یہی وہ خبیث شخص تھا جس نے آپ کے سر مبارک پر اوجھڑی لا کر ڈالی تھی جب آپ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے حالتِ سجدہ میں تھے۔ مقام روحاء پر مدینہ کے کچھ مسلمان ملے جو غزوے میں عظیم الشان فتح پر آپ کو مبارکباد دینے کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ جب آپ جنگی قیدیوں کو لے کر مدینہ منورہ پہنچے تو یہود و منافقین حیران و ششدر رہ گئے۔ اس سے پہلے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ان قاصدوں کا اعتبار نہیں کیا تھا جو فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے مدینہ منورہ بھیجے گئے تھے۔ ان جنگی قیدیوں میں ام المومنین حضرت سودہؓ کے ایک عزیز سہیل بن عمر بھی تھے، ام المومنین نے اسے دیکھا تو کہا کہ تم نے بھی عورتوں کی طرح بیڑیاں پہن لیں اس سے تو بہتر تھا کہ تم لڑتے ہوئے مر جاتے۔ اسیران جنگ دو دو چار چار کر کے صحابہ کرامؓ میں تقسیم کر دیئے گئے اور سب کو حکم فرمایا کہ ان قیدیوں کو آرام کے ساتھ رکھا جائے اور ان سے اچھا سلوک کیا جائے چنانچہ صحابہ کرام انہیں عمدہ کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجوروں پر گذارہ کر لیتے تھے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کے بھائی ابوعزیز بھی ان قیدیوں

میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ مجھے جن انصاریوں نے گھر میں قید رکھا تھا جب وہ کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے تھے اور خود کھجوروں پر بسر کرتے تھے۔ مجھے شرم آتی اور میں روٹی انہیں دینے کی کوشش کرتا مگر وہ اسے ہاتھ بھی نہ لگاتے۔ قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو تھا جو فصیح و بلیغ مقرر تھا اور عام مجمعوں میں رسول اکرم ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے خواہش ظاہر کی کہ اس کے نیچے کے دو دانت اکھڑوا دیئے جائیں لیکن رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اگر اس کے ساتھ ایسا کروں گا تو گو میں نبی ہوں لیکن اللہ اس کے بدلے میرے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ حضرت عباس کے بدن پر کرتا نہ تھا ان کا قد لمبا تھا کسی کا قمیص ان کے بدن پر پورا نہیں اترتا تھا عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کا قد بھی لمبا تھا اس نے اپنا قمیص دیدیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن ابی کے مرنے پر اس کے کفن کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو اپنا قمیص عنایت فرمایا تھا، وہ اسی احسان کا بدلہ تھا۔

اسیرانِ جنگ کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کی رائے تھی کہ ان سب کو قتل کیا جائے اور ہم میں سے ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مشورہ دیا کہ یہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں۔ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے حضرت عمرؓ کو مزاج کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام سے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے تشبیہ دی۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے رائے دی تھی کہ ان قیدیوں کو لکڑیوں میں ڈال کر آگ لگا دی جائے آپ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی۔ آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مشورہ قبول فرمایا۔ ان اسیرانِ جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا لیکن جو جو لوگ نادار تھے انہیں فدیہ لئے بغیر چھوڑ دیا گیا البتہ ان میں جو لکھنا جانتے تھے انہیں حکم ہوا کہ مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں، حضرت زیدؓ بن ثابت نے جو مشہور کاتب وحی ہیں، اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔ انصار چاہتے تھے کہ رسول اکرم ﷺ کے چچا عباس سے فدیہ نہ لیا جائے لیکن آپ نے اسلامی مساوات کے پیش نظر فدیہ معاف نہیں فرمایا بلکہ دیگر امرا کی طرح عباس سے فدیہ چار ہزار درہم سے بھی زیادہ لیا گیا۔ ایک طرف تو مساوات کا یہ حال تھا دوسری طرف آپ کو اپنے چچا سے اتنی محبت تھی کہ حضرت عباس جب بیڑیوں میں قید ہونے کی وجہ سے کراہنے لگے تو آپ کی نیند اڑ گئی اور آپ نے تب آرام فرمایا جب لوگوں نے ان کی گرہ کھولی۔ جنگی قیدیوں میں آپ کے داماد ابوالعاص بھی تھے۔ حضرت عباس اور حضرت عقیل بن ابی طالب کی طرح یہ بھی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ حضرت زینب

بنت رسول اللہ ﷺ نے اپنے شوہر کی رہائی کے لئے مکہ سے وہ قیمتی ہار بھیجا جو ام المومنین حضرت خدیجہؓ نے اپنی اس بیٹی کے جہیز میں دیا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے یہ ہار دیکھا تو ماضی کا پورا نقشہ آپ کے سامنے تھا آپ بے اختیار رو پڑے اور صحابہؓ سے فرمایا اگر تمہاری مرضی ہو تو میں اس ہار کو واپس کر دوں۔ سب نے بخوشی تسلیم کیا۔ آپ نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں۔ ابوالعاص نے وعدہ پورا کیا۔ وہ ایک متمول تاجر تھے۔ چند سال کے بعد شام سے سامان تجارت لے کر آ رہے تھے کہ مسلمان دستوں نے ان کے مال پر قبضہ کرلیا اور انہیں بھی پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ حضرت زینبؓ نے انہیں پناہ دی اور رسول اکرم ﷺ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے لوگوں نے ان کا سارا سامان انہیں واپس کر دیا۔ اب ابوالعاص مکہ آئے لوگوں کا حساب بے باق کیا اور مسلمان ہونے کا اعلان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ میں مکہ آ کر اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ مدینے کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں ڈر کر مسلمان ہوا ہوں اور مکے کے لوگ یہ نہ سمجھیں کہ میں نے مدینے میں قبولِ اسلام کی خواہش اس لئے کی تھی کہ قریش مکہ کا مال واپس نہ کرنا پڑے۔ میں یہاں آ کر اس لئے مسلمان ہوا ہوں کہ قریش مکہ یہ نہ کہیں کہ چونکہ ہماری رقم کھا گیا تھا اس لئے تقاضے کے ڈر سے مدینے میں جا کر مسلمان ہوا ہے۔ پھر آپ مکہ سے ہجرت کر کے مدینے آ گئے۔ حضرت زینبؓ سے آپ کے سابقہ نکاح ہی کو بحال رکھا گیا۔

رسول اکرم ﷺ کی غزوۂ بدر سے مدینہ میں واپسی ۲۲ رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۲۲ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۶ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز بدھ ہوئی۔ غزوۂ بدر اور قیدیوں کے معاملات سے مکمل فراغت شوال قمریہ شمسی بمطابق ذی الحجہ قمری میں ہوئی۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی اور مشرکین مکہ کی شکست کے جہاں باطنی و روحانی اسباب پیدا ہوئے وہاں ظاہری اور مادی اسباب یہ تھے کہ مسلمان شوقِ جہاد سے سرشار تھے مدینہ سے نکلتے وقت صرف ابو سفیان کے تجارتی قافلے کا ارادہ تھا، کسی کو یہ خیال تک نہ تھا کہ اچانک قریش مکہ کی بڑی فوج سے لڑائی کا سامان ہوگا شروع شروع میں اگرچہ کچھ مسلمان گھبرائے لیکن جلد ہی پختہ عزم سے کفار کے مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ اکثر حضرات تو مدینہ ہی سے جہاد کے شوق میں نکلے تھے۔ بچوں تک کے شوق کا یہ عالم تھا کہ وہ بھی ساتھ چل پڑے مدینے سے کچھ فاصلے پر لشکر کا جائزہ لیا گیا تو کم عمر بچوں مثلاً عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ کو واپس بھیج دیا گیا کہ ان کی عمریں پندرہ سال سے کم تھیں مگر جب ایک کم سن صحابی حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص نے رونا شروع کر دیا تو انہیں ساتھ آنے کی اجازت دے دی گئی۔ جہاد کے شوق کا یہ حال تھا کہ مثلاً حضرت ابو ہیثمہ

انصاریؓ نے اپنے بیٹے سعدؓ سے کہا کہ مجھے جانے دو اور تم یہاں مستورات کی خبر گیری کرو۔ لیکن حضرت سعدؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ شہادت کا موقع ہے میں کسی قیمت پر یہ موقع ضائع نہیں ہونے دوں گا۔ بالآخر قرعہ اندازی ہوئی اور سعدؓ کے نام قرعہ نکلا۔ وہ غزوۂ بدر میں شریک ہو کر شہید ہوئے۔ اس کے برعکس قریش مکہ بظاہر تو بڑے کرّ وفر سے باہر نکلے تھے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ اس جنگ میں دل سے شریک نہ ہوئے۔ فوج کا سپہ سالار عتبہ بن ولید بھی ہرگز جنگ میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا، ابوجہل کے مجبور کرنے پر اور اس کے طعنوں سے تنگ آ کر شریک جنگ ہوا تھا۔ جنگ بدر سے چند روز قبل عاتکہ بنت عبدالمطلب نے خواب دیکھا تھا کہ اونٹ پر سوار ایک شخص بطحاء کے مقام پر یعنی وادیٔ مکہ میں کھڑا نہایت اونچی آواز سے پکار رہا تھا کہ اے ال غدر (عہد شکن اور بے وفا لوگو!) تم اپنی قتل گاہوں کی طرف تین دن کے اندر کوچ کر جاؤ۔ لوگ اس شخص کے اردگرد جمع ہو گئے پھر وہ اپنے اونٹ سمیت ابوقبیس پہاڑ پر چڑھ گیا وہاں بھی اسی طرح اس نے پکارا پھر اس نے ایک بڑا چٹانی پتھر لے کر نیچے پھینکا جو نیچے گر کر اس بری طرح ٹوٹ کر بکھرا کہ مکہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں اس کا کوئی ٹکڑا نہ گرا ہو۔ عاتکہ نے یہ خواب اپنے بھائی حضرت عباس سے بیان کیا انہوں نے اپنے دوست ولید بن عتبہ کو بتا دیا پھر آگے ولید نے اپنے بیٹے کو بتایا تو قریش کے سب لوگوں میں اس خواب کی شہرت ہو گئی۔ حضرت عباس ایک روز خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے ابوجہل چند اعیانِ قریش کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا یہ سب اس خواب کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ ابوجہل نے عباس کو آواز دے کر کہا کہ اے ابوالفضل! (یہ حضرت عباسؓ کی کنیت ہے) طواف سے فارغ ہو کر ہمارے پاس آؤ۔ جب حضرت عباس بعد میں اس کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ اے بنو عبدالمطلب! تم میں یہ نبی خاتون (عاتکہ بنت عبدالمطلب) کب سے ظاہر ہوئی ہے؟ پہلے تو تمہارے مرد نبوت کا دعویٰ کرتے تھے (اشارہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت کی طرف تھا) اب تمہاری عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں۔ اگر یہ خواب سچا ثابت نہ ہوا تو تمہیں بدترین جھوٹے لوگ قرار دیا جائے گا۔ حضرت عباس اُس وقت پریشان ہوئے اور یہی کہہ سکے کہ عاتکہ نے ایسا کوئی خواب نہیں دیکھا ہے۔ بعد میں خاندان عبدالمطلب کی خواتین نے حضرت عباس کو طعنہ دیا کہ خبیث ابوجہل پہلے ہمارے مردوں کے متعلق بکواس کرتا تھا اب اس کی ہمت اتنی بڑھی ہے کہ عورتوں کا بھی ذکر کرنے لگا ہے۔ حضرت عباس نے وعدہ کیا کہ اگر ابوجہل نے آئندہ اس طرح کی کوئی بات کی تو میں اس کی خوب خبر لوں گا مگر ایسی نوبت نہ آئی۔ عاتکہ کے اس خواب کے بعد تیسرے روز ابوسفیان کا قاصد ضمضم بن عمرو الغفاری مکہ پہنچا تھا اور ابوسفیان کے قافلے کے خطرے میں ہونے کا دہشت انگیز انداز میں چیخ چیخ کر اعلان کیا تھا۔ مکے کے اکثر

لوگ مشرک ہونے کے باوجود آنحضور ﷺ کو صادق وامین کہتے چلے آئے تھے اس لئے وہ اس خواب سے پریشان تھے کہ کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں وہ واقعی سخت نقصان نہ اٹھائیں۔ زمانہ جاہلیت میں انصاری سردار حضرت سعدؓ بن معاذ مکہ کے امیہ بن خلف کے دوست چلے آرہے تھے۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ مکہ گئے تو امیہ کے ہاں مہمان ٹھہرے پھر اس کے ساتھ خانہ کعبہ کے طواف کے لئے گئے تو ابوجہل نے ابوصفوان امیہ سے کہا یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ مدینے کے سعدؓ بن معاذ ہیں۔ ابوجہل نے حضرت سعدؓ سے سخت کلامی کی کہ تم نے اپنے ہاں صابیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس کا اشارہ مہاجرین کی طرف تھا جو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ابوجہل نے کہا کہ اگر ابوصفوان (امیہ) تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم زندہ واپس نہیں جا سکتے تھے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے پلٹ کر جواب دیا کہ اگر تم نے ہمیں حج اور عمرے سے روکا تو تمہارے تجارتی قافلے محفوظ نہیں رہیں گے جو مدینے کے قریب سے گزرتے ہوئے شام کو جاتے ہیں، امیہ نے حضرت سعدؓ سے کہا یہ ہمارا سردار ہے اس کے خلاف اونچی آواز سے نہ بولئے۔ تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ اے امیہ! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ یہی لوگ تیرے قاتل ثابت ہوں گے۔ امیہ نے پوچھا کیا یہ لوگ مجھے مکہ میں قتل کریں گے؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ مجھے اس کا تو علم نہیں۔ اسی روز سے امیہ سخت پریشان رہنے لگا اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے سارا واقعہ بیان کیا اور اسے کہا کہ میں مکے سے باہر نہیں جاؤں گا۔ جنگ بدر کے لئے ابوجہل نے اسے نکلنے کو کہا۔ امیہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن ابوجہل کے طعنوں سے بیوی سے کہنے لگا اے ام صفوان! میری تیاری کا سامان کرو۔ بیوی نے کہا کہ کیا سعد کی بات تو بھول گیا ہے اس نے کہا بھولا تو نہیں ہوں مگر میں مجبور ہو کر جا رہا ہوں۔ موقع کی تلاش میں رہوں گا۔ موقع ملتے ہی واپس آ جاؤں گا۔ چنانچہ امیہ قریش کے لشکر میں شامل تو ہو گیا مگر ہر منزل پر واپسی کے لئے بہانے اور موقع کی تلاش میں رہا لیکن اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا، بالآخر بدر کے معرکے میں مقتول ہوا۔ ان تاریخی روایات سے واضح ہو رہا ہے کہ قریش کے لشکر میں بددلی تھی، نظم ونسق کا فقدان تھا۔ پھر بارش نے ان کے ٹھہرنے کی جگہ پر کیچڑ کر دیا، لڑائی کے وقت سورج ان کے سامنے تھا جس کی روشنی سے ان کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ سامانِ جنگ کی گو ان کے لئے فراوانی تھی لیکن یہ سامانِ جنگ بھی بعض حالات میں ان کے لئے مصیبت بلکہ موت کا سبب بن گیا ان کا تقریباً ہر شخص لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اس وزن کے ساتھ میدان جنگ سے فرار ہو کر جان بچانا بھی ان کے لئے مشکل ثابت ہو رہا تھا۔

اس کے برعکس مسلمان عزم واستقامت کا پہاڑ بنے ہوئے تھے۔ ان میں زبردست اعتماد تھا۔

صفوں کی ترتیب خود رسول اکرم ﷺ نے فرمائی تھی۔ نظم و نسق مثالی تھا۔ بارش نے ان کی ریتلی جگہ کی مٹی اور ریت کو جما دیا تھا اس لئے نقل و حرکت میں اسلامی سپاہ کو کوئی دشواری پیش نہیں آ رہی تھی۔ کفار کو اپنی تعداد کی کثرت اور سامان حرب پر بھروسہ تھا جبکہ مسلمانوں کا بھروسہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ پر تھا۔ بنو عدی کے لوگ قریش کے ساتھ شامل نہ ہوئے تھے۔ بنو زہرہ بھی واپس چلے گئے تھے۔ بنو مدلج کی طرف سے بھی قریش کو اطمینان نہ تھا تو وقتی طور پر شیطان نے بنو مدلج کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت اختیار کر کے اپنے شیطان ساتھیوں سمیت قریش کا ساتھ دیا اور جھوٹے وعدوں سے انہیں اطمینان دلایا لیکن عین موقع پر وہ اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ گیا جس سے قریش مکہ کی رہی سہی ہمت بھی ٹوٹ گئی، ابو جہل نے یہ کہہ کر اپنے لوگوں کو اطمینان دلانے کی کوشش کی کہ سراقہ تو شروع ہی سے دل سے محمد (ﷺ) اور مسلمانوں کے ساتھ تھا۔ قریش مکہ سراقہ کی اس بے وفائی کو بھی اپنی شکست کا سبب سمجھتے تھے بعد میں کسی موقع پر سُراقہ سے انہوں نے اس غدر اور بے وفائی کی شکایت کی تو اس نے حیران ہو کر کہا کہ نہ میں تمہارے ساتھ شامل ہوا تھا نہ ہی مجھے تمہاری ان باتوں کا علم ہے، مجھے تو تمہاری شکست کا بھی علم تب ہوا جب تم مکہ واپس آ گئے تھے۔ باطنی و روحانی اسباب کے ساتھ یہ وہ ظاہری اور مادی اسباب تھے جن کی وجہ سے قریش مکہ عبرت ناک شکست اور رسوائی سے دو چار ہوئے۔

اس غزوے میں رسول اکرم ﷺ سے متعدد معجزات کا بھی ظہور ہوا۔ عین لڑائی کے موقع پر قریش کی طرف کنکریوں کی مٹھی پھینکنے کے معجزہ کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ حضرت عکاشہؓ بن محصن الاسدی اپنی تلوار سے لڑ رہے تھے کہ تلوار ٹوٹ گئی رسول اکرم ﷺ نے ان کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھما دی کہ اس سے لڑو اسے ہلایا تو وہ تلوار بن گئی۔ یہی تلوار بعد میں ان کے پاس عمر بھر رہی۔ اس تلوار کا نام ''عَون'' تھا۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ بدر کے دن نکل کر رخسار پر آ پڑی، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ کو واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا تو وہ فوراً ٹھیک ہوگئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہوگئی۔ اور اس کی بصارت بھی دوسری آنکھ سے زیادہ ہوگئی، بعض روایات کے مطابق یہ معجزہ غزوۂ احد میں ظاہر ہوا تھا۔ بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ رسول اللہ ﷺ نے بدر کے دن اپنے ساتھیوں کے لئے یہ دعا بھی فرمائی تھی ''اے اللہ! یہ پیدل چل رہے ہیں، انہیں سواری عطا فرما۔ اے اللہ! یہ بے لباس ہیں انہیں لباس عطا فرما۔ اے اللہ! یہ خالی شکم ہیں انہیں شکم سیر فرما۔'' جب اللہ نے بدر میں فتح دی تو ان اصحابِ رسول ﷺ میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کے پاس ایک یا دو اونٹ نہ ہوں، انہیں لباس بھی ملا اور وہ شکم سیر بھی ہوئے۔

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی عظیم الشان کامیابی سے مدینے کے یہودی مرعوب ہوئے، ان میں سے کئی منافقانہ طور پر اسلام میں داخل ہوئے، عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی بھی پردۂ نفاق میں چھپنے پر مجبور ہوئے، جہاں اس فتح سے دشمنانِ اسلام اور مشرک قبائل عرب ہیبت زدہ ہوئے تو ساتھ ہی خلافِ اسلام سازشوں میں اضافہ ہوا۔ اہلِ مکہ میں صفِ ماتم بچھ گئی اور ہر طرف سے مسلمانوں سے انتقام لینے کی خواہش ابھرنے لگی۔

۱۰۔ سریہ عمیرؓ بن عدی:

اسے سریہ عصماء بھی کہا جاتا ہے۔ عصماء بنت مروان ایک یہودی شاعرہ تھی جو رسول اکرم ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھی۔ غزوۂ بدر کے بعد آپ کے ایک نابینا صحابی حضرت عمیرؓ بن عدی نے بوقتِ شب اس کے گھر میں داخل ہو کر اسے قتل کر دیا اور فجر کی نماز میں آپ کو اس واقعے کی اطلاع دی۔ یہ واقعہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی رات میں ۲۵ رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ شوال) بمطابق ۲۵ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۹ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین کا ہے۔

۱۱۔ عمیر بن وہب جمحی کا قبول اسلام:

غزوۂ بدر کے بعد عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ نے مکے میں رسول اکرم ﷺ کے قتل کی سازش کی۔ عمیر بن وہب نے صفوان سے کہا کہ اگر میں مقروض نہ ہوتا اور مجھے اپنے اہل وعیال کی فکر نہ ہوتی تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کر آتا۔ عمیر کا ایک بیٹا غزوۂ بدر کے جنگی قیدیوں میں شامل تھا۔ صفوان نے کہا کہ تم قرضے اور بال بچوں کی پرواہ نہ کرو ان سب کا میں ضامن ہوں تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرو۔ عمیر نے اپنی تلوار زہر میں بجھائی اور مدینے پہنچا۔ حضرت عمرؓ نے اس کے ارادۂ بد کو بھانپ لیا اور گردن سے پکڑ کر اسے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لائے۔ آپ نے فرمایا اے عمر! اسے چھوڑ دو اور میرے پاس آنے دو۔ آپ نے عمیر سے پوچھا کہو کس ارادے سے آئے ہو؟ اس نے جھوٹ بولا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کو چھڑوانے آیا ہوں آپ نے پوچھا پھر تم نے یہ تلوار کیوں لگا رکھی ہے؟ اس نے کہا کہ اس سے پہلے ہماری تلواروں نے آپ کا کیا بگاڑ لیا اور ہمارے کس کام آئیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے اور صفوان نے میرے خلاف سازش نہیں کی اور میرے قتل کا منصوبہ نہیں بنایا تھا؟ عمیر یہ سن کر سخت حیران ہوا کہنے لگا

کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ میرے اور صفوان کے علاوہ ہرگز کسی اور کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس نے فوراً اسلام قبول کرلیا اور یہ ارادہ ظاہر کیا کہ جس طرح میں پہلے اسلام کی مخالفت میں پیش پیش رہا اس سے کہیں زیادہ شدت اور جوش و جذبے سے اب میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کروں گا۔ ادھر صفوان نے اپنے دوستوں سے کہہ رکھا تھا بس کچھ دن انتظار کرلو، تم بدر کے صدمے کو بھول جاؤ گے۔ جب عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر صفوان اور دیگر قریش مکہ کو ہوئی تو وہ سخت مایوس ہوئے۔ حضرت عمیرؓ نے حسبِ وعدہ مکہ میں آکر دعوتِ اسلام کو پھیلایا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے لوگ اس کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ خود صفوان بن امیہ بھی بعد میں مسلمان ہوگیا تھا۔

۱۲۔ صدقہ عیدالفطر کا وجوب:

اسی سال عیدالفطر سے دو روز پہلے صدقہ عیدالفطر واجب ہوا۔ رمضان اور عیدالفطر کا مہینہ شوال اس قمریہ شمسی تقویم کے مہینے تھے جس میں سال ۲ ہجری قمریہ شمسی کا کبیسہ (نسی والا مہینہ) مسلمانوں نے سریہ عبداللہؓ بن جحش کے بعد شوال کو مکرر لاکر ڈالا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر قمریہ شمسی تقویم کو منسوخ قرار دیئے جانے اور آئندہ کے لئے جملہ شرعی مقاصد کے لئے خالص قمری تقویم کو اختیار کرنے سے پہلے رسول اکرم ﷺ اور مسلمانوں نے مدنی دور میں قمریہ شمسی رمضان کے روزے رکھے تھے۔ ان سب امور کی وضاحت قبل ازیں مقالے کی دوسری قسط میں پیش کی جاچکی ہے۔ سال ۲ ہجری قمریہ شمسی میں رمضان اور شوال قمریہ شمسی کے بالمقابل خالص قمری تقویم کے مہینے ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے تھے۔ ذی قعدہ کا یہ مہینہ تیس دن کا تھا جیسا کہ آئندہ جدول سے واضح ہوجائے گا۔ یوں صدقہ عیدالفطر کا وجوب ۲۸ رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۲۸ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۲ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز منگل کا واقعہ ہے۔

۱۳۔ عیدالفطر:

یکم شوال الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ شوال) بمطابق یکم ذی الحجہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۵ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین کو بروز جمعۃ المبارک عیدالفطر ہوئی۔

۱۴۔ غزوۂ قرقرۃ الکدر:

غزوۂ بدر سے واپسی پر کوئی ایک ہفتے کے بعد یہ غزوہ ہوا۔ ابن حبیب بغدادی نے اس کی تاریخ

یکم شوال ۲ ہجری بروز جمعہ بیان کی ہے یعنی اس غزوے کے لئے روانگی عید الفطر کے روز ہوئی۔ یعنی یہ روانگی یکم شوال الاول ۲ ر ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم ذی الحجہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۵ رمئی ۶۲۴ عیسوی جیولین کو بروز جمعہ ہوئی، رسول اکرم ﷺ کو سُلیم اور غطفان کے اجتماع کی خبر ملی تو آپ ان کے تعاقب میں نکلے اور الکدر ایک چشمے تک جا پہنچے، لیکن وہ لوگ پہلے ہی منتشر ہو گئے لہٰذا ان سے آپ کی لڑائی کی نوبت نہ آئی۔ وہاں آپ نے تین دن اور بقول بعض دس دن قیام فرمایا۔ آپ مدینے سے پندرہ دن باہر رہے۔ بقول ابن خلدون بعض مورخین کا خیال ہے کہ آپ نے حضرت غالبؓ بن عبداللہ اللیثی کو یہیں سے قبائل سُلیم اور غطفان کے خلاف بھیجا تھا اور خود واپس تشریف لے آئے، ممکن ہے کہ آپ نے یہ سریہ مدینے کی جانب مراجعت کے سفر کے دوران روانہ فرمایا ہو، اسی لئے الکدر میں آپ کی مدت قیام کے بارے میں کسی نے قیام تین دن کا اور کسی نے دس دن کا بیان کیا۔ بنو سلیم اور بنو غطفان کے لوگ اگر چہ آپ کی آمد پر منتشر ہو گئے تھے لیکن ان کے دوبارہ جمع ہونے کا قوی امکان تھا اس لئے غالبؓ بن عبداللہ کو ان کے تعاقب میں بھیجا گیا۔ اس غزوے میں آپ نے مدینے میں انتظامی امور کے لئے حضرت سباعؓ بن عرفطہ کو اور نماز پڑھانے کے لئے حضرت ابن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔ اس غزوے کو غزوۂ بنی سُلیم بھی کہا جاتا ہے۔

۱۵۔ سریہ غالب بن عبداللہؓ:

آپ نے یہ سریہ مذکورہ بالا وضاحت کے مطابق سلیم اور غطفان قبائل کے خلاف بھیجا تھا۔ ان سے مقابلہ ہوا اور مسلمان لڑائی میں مالِ غنیمت لے کر واپس ہوئے۔ اس مقابلے میں مسلمانوں کے تین آدمی شہید ہوئے تھے۔ یہ سریہ ۱۰ شوال الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی بروز اتوار بمطابق ۱۰ ذی الحجہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۳ جون ۶۲۴ عیسوی جیولین کا بیان کیا گیا ہے پوری وضاحت توقیتی مباحث میں مذکور ہوگی۔

۱۶۔ سریہ سالم بن عمیرؓ:

اس سریہ میں ابوعفک یہودی شاعر کو قتل کیا گیا تھا۔ یہ معمر یہودی اپنی شاعری میں رسول اکرم ﷺ کی ہجو کرتا تھا۔ موسم گرما کی ایک رات وہ میدان میں سویا ہوا تھا کہ حضرت سالمؓ بن عمیر نے اسے قتل کر ڈالا۔ یہ اوائل شوال الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ شوال) بمطابق اوائل محرم ۳ ہجری قمری بمطابق اواخر جون ۶۲۴ عیسوی کا واقعہ ہے۔ قتل کے وقت شاتمِ رسول ابوعفک کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔

۱۷۔غزوۂ بنی قینقاع:

غزوۂ بدر کے ایام میں ایک مسلمان خاتون یہودی قبیلے بنوقینقاع کے محلے میں دودھ بیچنے گئی۔ ایک شریر یہودی نے اس سے فحش مذاق کیا۔عورت کی چیخ و پکار سن کر ایک مسلمان وہاں آ نکلا، اس نے اس شرپسند یہودی کو قتل کر دیا۔اس پر یہودیوں نے اکٹھے ہو کر اس مسلمان کو قتل کر ڈالا۔ بدر سے واپسی کے بعد رسول اکرم ﷺ نے معاملے کو سلجھانے کے لئے یہودیوں سے وضاحت چاہی تو وہ عہد شکنی اور غداری پر اتر آئے۔ بنوقینقاع کا تعلق حضرت عبداللہؓ بن سلام کی قوم سے تھا۔ یہ لوگ بڑے بہادر سمجھے جاتے تھے۔ پیشہ تجارت وصنعت تھا۔انہوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ ہم قریش مکہ نہیں ہیں۔تمہیں بدر میں اپنی فتح پر غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے۔ہم سے واسطہ پڑا تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ہم کون ہیں۔رسول اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ ان کے مقابلے کے لئے تشریف لے گئے تو وہ قلعہ بند ہو گئے۔ان کی تعداد سات سو کے قریب تھی آپ نے ان کے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ جو کوئی پندرہ دن تک جاری رہا۔اس جنگ میں اسلامی سپاہ کے علمبردار حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب تھے۔مدینے میں حضرت بشیرؓ بن عبدالمنذر کو جانشین مقرر کیا گیا تھا۔ بالآخر یہودیوں نے شکست قبول کر لی اور قلعے سے باہر آ گئے کہ رسول اکرم ﷺ ان کے متعلق جو فیصلہ بھی صادر فرمائیں گے انہیں منظور ہوگا۔آپ نے انہیں مدینہ سے جلاوطن کر دیا بہت مال غنیمت اور اسلحہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔اس غزوہ کی تاریخ ۱۵ شوال الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ شوال) بمطابق ۱۵/محرم ۳ ہجری قمری بمطابق ۷/جولائی ۶۲۴ عیسوی جیولین ہے، دن ہفتہ تھا۔اس غزوے سے مراجعت یکم ذی قعدہ ۲ ہجری قمریہ شمسی کو بمطابق یکم صفر ۳ ہجری قمری بمطابق ۲۳/جولائی ۶۲۴ عیسوی جیولین کو بروز سوموار ہوئی۔

۱۸۔غزوۂ سویق:

غزوۂ بدر میں شکست کے صدمے میں ابوسفیان نے قسم کھائی تھی کہ بدلہ لئے بغیر وہ اپنا سر نہیں دھوئے گا۔اپنی قسم کو سچا کرنے کے لئے وہ دوسو سواروں کے ہمراہ مدینہ روانہ ہوا۔رات سلام بن مشکم یہودی کے پاس گزاری اور خوب شراب نوشی کی پھر رات کے آخری حصے میں وہاں سے نکل کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدینے سے تین میل دور واقع مقام عُریض پر حملہ کیا۔وہاں کھجوروں کے ایک باغ کو

آ گ لگا دی اور ایک انصاری کو شہید کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ اس کے تعاقب میں نکلے تو وہ بچ کر نکل گیا۔ جاتے ہوئے یہ لوگ اپنا وزن ہلکا کرنے کے لئے اپنے ساتھ لائے ہوئی ستو کے تھیلے گراتے چلے گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ عربی میں ستو کو سویق کہا جاتا ہے اس لئے یہ غزوہ ستوؤں کی وجہ سے غزوۂ سویق کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ غزوہ ۵ ذی الحجہ ۲ ہجری قمریہ شمسی کو بروز اتوار بمطابق ۵ ربیع الاول ۳ ہجری قمری بمطابق ۲۶ اگست ۶۲۴ عیسوی جیولین کو ہوا۔ ابوسفیان مکہ سے اواخر ذی قعدہ قمریہ شمسی میں روانہ ہوا تھا۔ قریش مکہ کی تقویم قمریہ شمسی تھی۔ ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے مہینے حرمت کے مہینے تھے لیکن ابوسفیان نے ان کی حرمت کو پامال کیا، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ سریہ عبداللہؓ بن جحش کے معاملے میں مسلمانوں پر حرمت والے مہینے رجب کی حرمت کو ملحوظ نہ رکھنے کا نہایت شدومد سے غلط الزام لگاتے رہے تھے۔ اس غزوے میں رسول اکرم ﷺ نے مدینے میں حضرت ابولبابہؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

۱۹۔ غزوۂ غطفان:

اسے غزوۂ ذی امر بھی کہا جاتا ہے۔ قبیلہ غطفان کی دو شاخوں بنوثعلبہ اور بنومحارب نے دعثور بن محارب کی سرکردگی میں مدینہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ رسول اکرم ﷺ ۴۵۰ سواروں کی معیت میں مقابلے کے لئے نکلے تو وہ بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ ذوامر نجد کے علاقے میں ایک چشمے کا نام ہے اس لئے اس غزوے کو غزوۂ نجد بھی کہا جاتا ہے۔

اس غزوے میں اتفاقاً کچھ بارش ہوگئی تھی رسول اکرم ﷺ میدان سے واپس ہوئے تو آپ نے اپنے کپڑے ایک درخت پر سوکھنے کے لئے ڈال دیئے اور خود سائے میں آرام فرمانے کے لئے زمین پر لیٹ گئے، دعثور کے لشکر کے لوگ پہاڑوں پر منتشر ہوئے تھے۔ دعثور نے پہاڑ سے اتر کر رسول اللہ ﷺ کو ایک موقع پر تنہا پایا اور فوراً آپ کے سرہانے پہنچ کر اپنی تلوار کھینچ کر بولا ''اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟''۔ آپ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ میرا اللہ مجھے بچائے گا۔ دعثور یکلخت سخت مرعوب ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی جو آپ نے اٹھالی اور دعثور سے پوچھا ''بتاؤ تمہیں اب کون بچائے گا؟'' دعثور ہیبت کے مارے خاموش کھڑا رہا کوئی جواب نہ دیا۔ آپ نے اسے معاف فرما دیا وہ آپ کے اس سلوک سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ اور آئندہ کے لئے اپنی قوم میں اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔ یہ غزوہ اواخر ذی الحجہ ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر ربیع الاول ۳

ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۴ عیسوی جیولین کا ہے۔اس غزوے میں آپ نے مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

۲۰۔نکاح سیدہ فاطمہؓ:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا حضرت علیؓ سے نکاح کا واقعہ اواخر ذی قعدہ یا اوائل ذی الحجہ ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اواخر صفر یا اوائل ربیع الاول ۳ ہجری قمری بمطابق اگست ۶۲۴ عیسوی جیولین کا ہے۔

۲۱۔دیگر واقعاتِ متفرقہ:

اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے۔صدقہ عیدالفطر کا حکم بھی اسی سال سے جاری ہوا۔عیدالفطر کی نماز با جماعت بھی عیدگاہ میں سب سے پہلے اسی سال ادا فرمائی گئی۔اس سے پہلے عید کی نماز نہیں ہوتی تھی۔زکوٰۃ کے متعلق بھی کہا جاتا ہے کہ اسی سال فرض ہوئی تھی۔

توقیتی مباحث سال ۲ ہجری قمریہ شمسی، ۲۔۳ ہجری قمری:

سال ۲ ہجری قمریہ شمسی کے بالمقابل عبرانی سال ۴۳۸۴ خلیقہ تھا۔جو انیس سالہ میطونی دور کے حساب سے دوسواکتیسویں دور کا چودھواں سال تھا۔عبرانی تقویم کے انیس سالہ دور میں چودھواں سال کبیسہ کے ان سالوں میں شامل ہے جن میں سال کے بارہ قمری مہینوں کی بجائے تیرہ مہینے شمار کئے جاتے تھے تاکہ یہ مہینے شمسی تقویم کے مطابق رہیں اسی لئے عبرانی تقویم خالص قمری تقویم نہیں ہے بلکہ یہ قمریہ شمسی تقویم ہے جو ان کے ہاں اب بھی مروج ہے۔عبرانی تقویم میں کبیسہ (لیپ) کا مہینہ ''ادار'' کے بعد ڈالا جاتا ہے اس لئے کبیسہ کے سالوں میں ادار کے پہلے مہینے کو ادار اول اور دوسرے کو ادار ثانی کہا جاتا ہے۔ اس تقویم کے ابتدائی ادوار میں یہ پابندی نہیں تھی کہ کبیسہ کا مہینہ ہر حال میں ادار کے بعد ہی ڈالا جائے۔ یہ کام یہودیوں کے مذہبی پیشوا کا ہوا کرتا تھا کہ مکبوس (کبیسہ والے) سالوں میں وہ یہ فیصلہ کرے کہ کبیسہ کا مہینہ کہاں ڈالنا ہے۔اس مذہبی پیشوا کو ''ناسی'' کہا جاتا تھا اور کبیسہ کا مہینہ بڑھانے کی اس رسم کو ''نسی'' کہا جاتا تھا۔رسول اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت سے کوئی دو سو سال پہلے زمانۂ جاہلیت کے عربوں نے مدینہ (یثرب) کے یہودیوں سے نسی کی یہ بدرسم سیکھی اور اپنے قمری کلینڈر کو یہودی طرز پر قمریہ

شمسی میں بدل ڈالا لیکن مہینوں کے نام عربی ہی رہے۔ دوسری طرف کچھ قبائل مثلاً مدینے کے عرب قبائل اوس اور خزرج نے خالص قمری تقویم کو بھی بحال رکھا جس کی وجہ سے سیرت نگار دو تقویمی التباس کا شکار ہوئے اور ان سے سیرت طیبہ کے واقعات کی توقیت میں بسا اوقات تسامح ہوا۔

عربوں کی قمریہ شمسی تقویم میں کبیسہ (نسی کے مہینے) کا اضافہ کرنے والے ''قلامسہ اور ''نُساۃ'' کہلاتے تھے۔ سیرت طیبہ کے جن واقعات کی توقیت قمریہ شمسی اور قمری دونوں تقاویم میں ہوئی، ان واقعات کی توقیت کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کبیسہ کا مہینہ محرم کو مکرر کر کے لایا جاتا رہا۔ لیکن بعض اوقات محرم کے علاوہ کسی اور مہینے کو مکرر کرنے کی مثالیں بھی ملتی ہیں مثلاً سال ۵۳ قبل ہجرت قمریہ شمسی، جیولین عیسوی سال ۵۶۹-۵۷۰ کے بالمقابل تھا۔ عبرانی سال ۴۳۳۰ خلیقہ تھا جو انیس سالہ دور کے دوسو اٹھائیسویں دور کا سترھواں سال تھا۔ سترھواں سال بھی مکبوس سال ہوتا ہے۔ لیکن اس سال قمریہ شمسی مہینے محرم کو مکرر لاکر کبیسہ کا مہینہ نہیں ڈالا گیا بلکہ کبیسہ کا یہ مہینہ رمضان کے بعد کسی مہینے میں ڈالا گیا۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں ہے کہ کبیسہ کے سالوں میں کبھی ذی الحجہ کو مکرر لایا جاتا تھا۔ ان تمام امور پر مدلل بحث مقالے کی دوسری قسط میں کی جا چکی ہے۔ (۱۳)

سال ۲ ہجری قمریہ شمسی کے غزوات و سرایا و دیگر واقعات کی توقیت کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت الم نشرح ہو جاتی ہے کہ پہلے تو محرم کو مکرر کر کے کبیسہ کا مہینہ ڈالا گیا۔ جمادی الاخریٰ تک یہی حال رہا اس کے بعد ۳۰ جمادی الاخریٰ کو سریہ عبداللہ بن جحش کا واقعہ ہوا تو قریش مکہ نے اسے یکم رجب قرار دے کر نہایت شدومد سے مسلمانون کو مطعون کرنا شروع کر دیا کہ انہوں نے رجب کے حرمت والے مہینہ کی حرمت پامال کی ہے۔ مسلمان چونکہ مشرک عرب قبائل کی نسی کے پابند نہ تھے انہوں نے اب کبیسہ کا مہینہ شوال کے بعد ڈال دیا جس سے رجب قمریہ شمسی شعبان قمریہ شمسی میں بدل گیا بعد کے واقعات کی قمریہ شمسی توقیت سال ۲ ہجری قمریہ شمسی میں اسی کے مطابق ہوئی جیسا کہ آئندہ سطور میں ہر واقعے کی توقیتی بحث سے بخوبی واضح ہو جائے گا لہٰذا سال ۲ ہجری قمریہ شمسی کی جدول انہی حقائق کے پیش نظر تیار کی گئی ہے۔

تقابلی تقویمی جدول سال ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۲-۳ ہجری قمری بمطابق ۶۲۳-۶۲۴ عیسوی جیولین بمطابق ۴۳۸۴ خلیقہ عبرانی (۲۳۱ ویں ۱۹ سالہ دور کا چودھواں، مکبوس سال)

یکم ستمبر ۶۲۳ عیسوی = (۲۴۳ تقسیم ۳۶۵ + ۶۲۳) تقسیم ۹۷۰۲۰۴ء - ۶۵۲۶ء ۶۴۰ = ۲ء۱۶۶۵۹، ۱۶۶۵۹ء ۱۲x = ۹۹۹۰۸ء، ۹۹۹۰۸ء ۱، ۹۹۹۰۸ء ۵x ء۲۹ = ۲۹ء۴۷ = ۲۹ صفر ۲ ہجری قمری، پس یکم

ربیع الاول ۲ ہجری قمری = ۳۲ - ۲۹ = ۳ ستمبر ۶۲۳ عیسوی جیولین بمطابق یکم محرم ۲ ہجری قمریہ شمسی، تاریخ قِران ۳۱ اگست ۶۲۳ عیسوی بوقت ۱۷:۱۱ بروز بدھ پس صحیح تاریخ ۲ ستمبر ۶۲۳ عیسوی بروز جمعہ۔ ۲ ستمبر ۶۲۳ عیسوی جیولین کا دن = (۶۲۲ × ۲۵ کا حاصل ضرب بحذف کسر) + ۲۴۵ = ۱۰۲۲،۲۲ = ۱۰۲۲ تقسیم ۷ کا باقی ماندہ = صفر = جمعہ

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری بحساب کبیسۂ محرم	قمریہ شمسی ہجری بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قِران	وقت قِران
۲ ستمبر ۶۲۳ عیسوی	جمعہ	یکم محرم الاول ۲ ہجری	یکم محرم ۲ ہجری	یکم ربیع الاول ۲ ہجری	۳۱/ اگست ۶۲۳ء	۱۷:۱۱
۲ اکتوبر	اتوار	یکم محرم الثانی (کبیسہ)	یکم صفر	یکم ربیع الثانی	۳۰/ ستمبر	۰۴:۰۲
۳۱ اکتوبر	سوموار	یکم صفر	یکم ربیع الاول	یکم جمادی الاولیٰ	۲۹/ اکتوبر	۱۴:۳۰
۳۰ نومبر	بدھ	یکم ربیع الاول	یکم ربیع الثانی	یکم جمادی الاخریٰ	۲۸/ نومبر	۰۱:۰۶
۲۹ دسمبر	جمعرات	یکم ربیع الثانی	یکم جمادی الاولیٰ	یکم رجب	۲۷/ دسمبر	۱۲:۰۴
۲۸ جنوری ۶۲۴ء	ہفتہ	یکم جمادی الاولیٰ	یکم جمادی الاخریٰ	یکم شعبان	۲۵/ جنوری ۶۲۴ء	۲۳:۰۳
۲۶ فروری	اتوار	یکم جمادی الاخریٰ	یکم رجب	یکم رمضان	۲۴/ فروری	۱۲:۰۲
۲۷ مارچ	منگل	یکم رجب	یکم شعبان	یکم شوال	۲۴/ مارچ	۲۳:۱۶
۲۵ اپریل	بدھ	یکم شعبان	یکم رمضان	یکم ذی قعدہ	۲۳/ اپریل	۱۲:۲۶
۲۵ مئی	جمعہ	یکم رمضان	یکم شوال الاول	یکم ذی الحجہ	۲۳/ مئی	۰۲:۴۶
۲۳ جون	ہفتہ	یکم شوال	یکم شوال الثانی کبیسۂ	یکم محرم ۳ ہجری	۲۱/ جون	۱۸:۰۲
۲۳ جولائی	سوموار	یکم ذی قعدہ	یکم ذی قعدہ	یکم صفر	۲۱/ جولائی	۰۹:۳۱
۲۲ اگست	بدھ	یکم ذی الحجہ	یکم ذی الحجہ	یکم ربیع الاول	۲۰/ اگست	۰:۳۰

۱۔ غزوۂ ذی العشیرہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یہ ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری بہ کبیسہ محرم	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۱۳۱ اکتوبر ۶۲۳ء	سوموار	یکم صفر ۲ ہجری	یکم جمادی الاولیٰ ۲ ہجری	۱۲۹ اکتوبر	۱۴:۳۰

جملہ مؤرخین ابن اسحٰق، ابن ہشام، واقدی، ابن سعد، ابن حبیب اور طبری وغیرہ نے غزوات کی ابتدا غزوۂ ابواء سے کی ہے لیکن یہ محض دوتقویمی التباس ہے۔ مؤرخین بلکہ محدثین کرامؒ نے بھی سب سے پہلے وقوع پذیر ہونے والے غزوہ ذی العشیرہ کو کئی ماہ مؤخر اور غزوۂ ابواء کو مقدم کر دیا۔ غزوۂ عشیرہ ہی سب سے پہلا غزوہ ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:۔

(الف) صحیح مسلم میں ہے:

عن ابی اسحق السبیعی قال قلت لزیدؓ بن ارقم کم غزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال تسع عشرۃ فقلت کم غزوت انت معہ؟ قال سبع عشرۃ غزوۃ قال قلت فما اول غزوۃ غزاھا؟ قال ذات العُشیر او العشیر (۱۴)

ابو اسحٰق سبیعی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے زیدؓ بن ارقم سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے غزوات کتنے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ انیس غزوات ہوئے پھر میں نے پوچھا کہ آپ نے کتنے غزوات میں آپ ﷺ کے ساتھ شرکت کی تو انہوں نے جواب دیا کہ سترہ غزوات میں شرکت کی پھر میں نے پوچھا پہلا غزوہ کونسا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے (غزوہ) ذات العُشیر یا ذات العشیر میں نکلے تھے۔

اسی مضمون کی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب البدایۃ والنہایۃ میں یوں تبصرہ کیا ہے:۔

ھٰذا الحدیث ظاھر فی انّ اول الغزوات العُشیرۃ اللّٰھمّ الّا ان یکون المراد اول غزاۃ شھدھا زیدؓ بن ارقم مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و حینئذٍ لا ینفی ان یکون قبلھا غیرھا لم یشھدھا زیدؓ بن ارقم و بھٰذا یحصل الجمع بین ما ذُکر و بین ھذا الحدیث واللہ اعلم (۱۵)

یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ غزوۃ العشیر ہ سب سے پہلا غزوہ ہے، اے اللہ! (تو ہی بہتر جانتا ہے ہماری سمجھ میں تو نہیں آرہا) مگر یہ کہ مراد یہ ہو کہ یہ سب سے پہلا غزوہ ہے جس میں زید بن ارقمؓ نبی ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس صورت میں اس امر کی نفی نہیں ہوتی کہ اس (غزوۂ عشیرہ) سے پہلے بھی اور غزوات ہوئے ہوں جن میں زیدؓ بن ارقم شریک نہ ہوئے ہوں یوں اس حدیث اور جو کچھ پہلے مذکور ہو چکا ہے، کے درمیان جمع و تطبیق ہو جاتی ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ علامہ ابن کثیرؒ کی مذکورہ رائے سے ہرگز عقدہ کشائی نہیں ہوتی۔ دیگر مؤرخین کی طرح ابن کثیرؒ بھی دو تقویمی التباس کا شکار ہوئے ورنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت اپنے مفہوم و مدلول میں بالکل واضح ہے کہ غزوہ ذی العشیر ہ ہی سب سے پہلا غزوہ ہے۔

(ب) غزوہ بدر اولیٰ جس میں کرز بن جابر فہری کا تعاقب مقصود تھا، بقول ابن سعد اور واقدی ربیع الاول ۲ ہجری کا واقعہ ہے (۱۶) جبکہ ابن حبیب بغدادیؒ نے اسے ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری بروز سوموار کا واقعہ قرار دیا ہے (۱۷) اس سے ثابت ہوا کہ ابن حبیب بغدادیؒ نے غزوہ بدر اولیٰ کی توقیت خالص قمری تقویم میں اور ابن سعد اور واقدی نے اس کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں کی ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:-

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری کبیسۂ محرم	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۳۰ نومبر ۶۲۳ء	بدھ	یکم ربیع الاول ۲ ہجری	یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری	۲۸ نومبر	۰۱:۰۶

مذکورہ جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ ربیع الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی کے بالمقابل قمری مہینہ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری کا ہے۔ کئی سیرت نگاروں مثلاً ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ غزوہ ذی العشیر ہ کے دس روز بعد غزوۂ بدر اولیٰ ہوا تھا (۱۸)۔ جب غزوہ بدر اولیٰ کا ربیع الاول قمریہ شمسی میں ہونا ثابت ہوگیا تو غزوہ ذی العشیر ہ کا صفر قمریہ شمسی میں ہونا اظہر من الشمس ہوگیا جیسا کہ ہم نے غزوہ ذی العشیر ہ کی اس توقیتی بحث کی ابتدا ہی میں تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ پیش کر دیا ہے جس سے واضح ہو رہا ہے کہ صفر ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ محرم) کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ جمادی الاولیٰ ۲ ہجری ہے۔ چونکہ ابتدائی مسودات میں غزوہ ابواء کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں اور غزوہ ذی العشیر ہ کی توقیت خالص قمری تقویم میں ہوئی اس لئے سیرت نگاروں نے غزوۂ ابواء کو ناحق مقدم اور غزوۂ ذی العشیر ہ کو ناحق کئی ماہ

مؤخر کر دیا حالانکہ دونوں کا مہینہ ایک ہی ہے۔

ابن حبیب نے غزوۂ ابواء سے واپسی کی تاریخ یکم ربیع الاول ۲ ہجری بیان کی ہے (۱۹) غزوہ بدر اولیٰ مبینہ طور پر غزوۂ عشیرہ سے کوئی دس روز بعد ہوا تھا اور غزوۂ عشیرہ کا قمریہ شمسی مہینہ صفر ثابت ہو چکا ہے اور غزوۂ بدر اولیٰ کی قمریہ شمسی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۲ ہجری بمطابق ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری ثابت ہو چکی ہے پس واضح ہوا کہ دوتقویمی التباس کی وجہ سے سیرت نگاروں نے غزوۂ ابواء اور غزوۂ ذی العشیر ہ کی تفصیلات کو الگ الگ سمجھ لیا۔ حالانکہ یہ دونوں غزوات ایک ہی مہم کا حصہ ہیں۔ مکرر غور کیجئے کہ سیرت نگاروں کی تصریح کے مطابق غزوہ بدر اولیٰ کا وقوع غزوہ ذی العشیر ہ سے کوئی دس روز بعد ہوا یعنی غزوۂ بدر اولیٰ سے پہلے جو آخری غزوہ ہوا ہے وہ غزوۂ ذی العشیر ہ ہے دوسری طرف غزوۂ بدر الاولیٰ کی تاریخ ابن سعد اور واقدی نے ربیع الاول ۲ ہجری بیان کی ہے جبکہ ابن حبیب نے ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری بیان کی ہے پس ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمری توقیت ہے جس کے بالمقابل قمریہ شمسی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۲ ہجری ہوئی اور اس سے گیارہ روز قبل کی تاریخ یکم ربیع الاول ہوئی اور یہی تاریخ ابن حبیب نے غزوۂ ابواء سے مراجعت کی لکھی ہے کیا اس سے ثابت نہیں ہوگیا کہ مؤرخین نے دوتقویمی التباس کی بنا پر دونوں غزوات سے مراجعت کی ایک ہی توقیت کر دی ہے کہ یہ مراجعت یکم ربیع الاول ۲ ہجری کو ہوئی تھی؟ حالانکہ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ آیئے دیکھیں کہ غزوۂ ذی العشیر ہ جو اولین غزوہ ہے، اس سے مراجعت کی اصل تاریخ کونسی ہے۔ ابن حبیب نے غزوۂ ذی العشیر ہ سے مراجعت کی تاریخ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری لکھی ہے (۲۰) لیکن یہ یقیناً کتابت کی غلطی ہے کیونکہ خود ابن حبیب نے اس کے بعد وقوع پذیر غزوہ بدر اولیٰ کی تاریخ ۱۲ جمادی الاخریٰ لکھی ہے (۲۱) پس غزوہ ذی العشیر ہ سے مراجعت کی صحیح تاریخ ۲۲ جمادی الاخریٰ نہیں بلکہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ہو سکتی ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ قمری توقیت ہے اس کے بالمقابل قمریہ شمسی مہینہ اور تاریخ ۲۲ صفر ۲ ہجری قمری ہے۔ پس غزوہ ذی العشیر ہ سے مراجعت ۲۲ / صفر ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۲۲ / جمادی الاولیٰ ۲ ہجری قمری کو ہوئی۔ اس مہینے کے بقیہ دنوں میں غزوہ ابواء ہوا جس سے مراجعت کی تاریخ بقول ابن حبیب یکم ربیع الاول ۲ ہجری ہے یہ قمریہ شمسی توقیت ہے خالص قمری تاریخ یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمری ہوئی۔

(ج) غزوۂ ابواء اور غزوۂ ذی العشیر ہ دونوں ایک ہی مہم کا حصہ ہیں جن کا اصل مقصد بنو مدلج اور بنو ضمر ہ قبائل سے صلح اور امن کا معاہدہ کرنا تھا اور ضمناً قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کا تعاقب بھی مقصود تھا۔ مدینہ کے پڑوس میں آباد یہودی قبائل سے میثاقِ مدینہ کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ صلح اور

امن کے ان معاہدات کا دائرہ وسیع کیا جائے اور اردگرد کے عرب قبائل کو ان میں شامل کیا جائے چنانچہ آپ نے غزوہ ذی العشیرہ میں بنومدلج اور ان کے حلفا بنوضمرہ سے امن کا معاہدہ کیا لیکن بنوضمرہ کے اصل مساکن ابواء اور وڈان میں تھے، اس لئے ان سے معاہدے کی تکمیل غزوہ ابواء کے ضمن میں ہوئی۔

۱۲ر جمادی الاخریٰ ۲ ہجری کا دن ابن حبیب نے سوموار لکھا ہے لیکن اصل دن اتوار بنتا ہے قِران شمس وقمر کی تاریخ ۲۸ نومبر ۶۲۳ عیسوی بوقت ایک بج کر چھ منٹ صبح تھی۔ ۲۸ نومبر کو غروب شمس تک چاند کی عمر بیس گھنٹے نہیں بنتی اس لئے چاند ۲۹ نومبر کو نظر آیا اور ۳۰ نومبر ۶۲۳ عیسوی بروز بدھ یکم جمادی الاخریٰ قمری بمطابق یکم ربیع الاول قمریہ شمسی ہوئی لہٰذا ۱۲ تاریخ کو دن اتوار ہوا۔ ویسے عام حالات میں قمری تواریخ میں ایک دن کا تفاوت معمولی بات ہے۔ عین ممکن ہے کہ وادی سفوان اور اس کے گردونواح میں صفر اور ربیع الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی دونوں مہینوں کا چاند ایک دن بعد نظر آیا ہو۔

پس غزوۂ ذی العشیرہ کی تاریخ یکم صفر ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم جمادی الاولیٰ قمری بمطابق ۳۱ اکتوبر ۶۲۳ عیسوی جیولین بروز سوموار ہے مراجعت کی تاریخ ۲۲ صفر ۲ ہجری قمریہ شمسی (بہ کبیسۂ محرم) بمطابق ۲۲ جمادی الاولیٰ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۱ نومبر ۶۲۳ عیسوی جیولین بروز سوموار ہے۔ غزوۂ ابواء اس کے بعد ہوا جس سے مراجعت کی تاریخ یکم ربیع الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی (بہ کبیسۂ محرم) بمطابق یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمری بمطابق ۳۰ نومبر ۶۲۳ عیسوی جیولین بروز بدھ ہے۔

۲۔ غزوۂ ابوا:

اس کی توقیت پر بحث غزوۂ ذی العشیرہ پر بحث کے ضمن میں ہو چکی ہے، ابن حبیب بغدادی نے غزوۂ ابواء کی تاریخ یکم صفر ۲ ہجری بیان کی ہے (۲۲) اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ یہ قمریہ شمسی تاریخ ہے جس کے بالمقابل قمری تاریخ یکم جمادی الاولیٰ ۲ ہجری قمری ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ یہ دراصل غزوۂ ذی العشیرہ کی تاریخ ہے۔

۳۔ غزوۂ بدر الاولیٰ:

اس کی توقیت پر بحث بھی غزوۂ ذی العشیرہ پر بحث کے ضمن میں ہو چکی ہے۔ اسکی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ محرم) بمطابق ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۱ دسمبر

۶۲۳ عیسوی جیولین بروز اتوار ہے۔

۴۔ غزوۂ بواط:

اس کا مہینہ ابن کثیرؒ نے ربیع الثانی ۲ ہجری لکھا ہے (۲۳) ابن حبیب بغدادیؒ نے اس غزوے کے لئے روانگی ۳ ربیع الثانی ۲ ہجری بروز سوموار اور مراجعت ۲۰ ربیع الثانی ۲ ہجری بروز سوموار کی لکھی ہے۔ (۲۴) اگر ۲۰ ربیع الثانی کو سوموار ہو تو اس سے پہلے کا سوموار ۱۳ ربیع الثانی کو بنتا ہے نہ کہ ۳ ربیع الثانی کو، پس ۳ ربیع الثانی یقیناً کتابت کی غلطی ہے تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری کبیسۂ محرم	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۹ دسمبر ۶۲۳ء	جمعرات	یکم ربیع الثانی ۲ ہجری	یکم رجب ۲ ہجری	۲۷ دسمبر	۱۲:۰۴

مذکورہ جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ غزوہ بواط کا مہینہ ربیع الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی ہے جس کے بالمقابل خالص قمری تقویم کا مہینہ رجب ۲ ہجری ہے۔ لیکن ۱۳/اور ۲۰ ربیع الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی کو دن سوموار کی بجائے منگل برآمد ہوتا ہے۔ قران کی تاریخ ۲۷ دسمبر ۶۲۳ عیسوی بوقت بارہ بج کر چار منٹ پر ہے۔ ۲۸ دسمبر کو غروب شمس کے وقت چاند کی عمر ۲۴ گھنٹے سے بھی زائد ہو چکی تھی لہٰذا چاند نظر آیا اور ۲۹ دسمبر بروز جمعرات یکم ربیع الثانی قمریہ شمسی ہوئی اور ۱۳ ربیع الثانی اور ۲۰ ربیع الثانی کو منگل کا دن ہوا۔ پس غزوہ بواط کی تاریخ ۱۳ ربیع الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۳ رجب ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۰ جنوری ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز منگل ہے مراجعت کی تاریخ ۲۰ ربیع الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی (بہ کبیسۂ محرم) بمطابق ۲۰ رجب ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۷ جنوری ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز منگل ہے۔ اگر اس ربیع الثانی کو خالص قمری تقویم کا لیا جائے تو تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہوگا:۔

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری کبیسۂ محرم	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲/اکتوبر ۶۲۳ء	اتوار	یکم محرم الثانی کبیسۂ ۲ ہجری	یکم ربیع الثانی ۲ ہجری	۳۰ ستمبر	۰۴:۰۲

مذکورہ جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ یکم ربیع الثانی ۲ ہجری قمری کو اتوار کا دن تھا لہٰذا ۱۳ اور ۲۰ ربیع الثانی قمری کو جمعہ کا دن ہوا۔ قمری تواریخ میں ایک دن کا فرق تو معمولی بات ہے اس سے زیادہ کا نہیں ہونا چاہئے، پس غزوہ بواط کا ربیع الثانی قمریہ شمسی ہے قمری نہیں۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے کہ سب سے پہلے غزوۂ ذی العشیرہ اور اس کے بعد غزوہ ابواء دونوں کا قمریہ شمسی مہینہ صفر ۲ ہجری

اور قمری مہینہ جمادی الاولیٰ ۲ ہجری ہے اگر غزوہ بواط کے ربیع الثانی کو قمریہ شمسی کی بجائے قمری قرار دیا جائے تو اس کے بالمقابل قمریہ شمسی مہینہ محرم الثانی (کبیسہ) کا ہے، تو غزوہ بواط کو سب سے پہلا غزوہ قرار دینا ہوگا حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے، پس غزوہ بواط کا ربیع الثانی یقیناً قمریہ شمسی ہے لیکن سیرت نگاروں نے دو تقویمی التباس کی بنا پر اسے غزوہ ذی العشیر ہ سے مقدم کر دیا، کیونکہ غزوہ ذی العشیر ہ کا قمری مہینہ جمادی الاولیٰ ۲ ہجری ہے اور سیرت نگاروں نے غزوہ بواط کے ربیع الثانی کو غلطی سے قمری مہینہ سمجھتے ہوئے اسے مقدم کر ڈالا اور غزوہ ذی العشیر ہ کو مؤخر کر دیا، حالانکہ گذشتہ صفحات میں ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا غزوہ ذی العشیر ہ کو سب سے پہلا غزوہ قرار دینا بالکل درست ہے کیونکہ اس کا قمریہ شمسی مہینہ صفر ۲ ہجری ہے۔

۵۔ سریہ عبداللہ بن جحش:

تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بہ کبیسۂ محرم	قمریہ شمسی کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۶ فروری ۶۲۴ء	اتوار	یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری	یکم رجب ۲ ہجری	یکم رمضان ۲ ہجری	۲۴ فروری	۱۱:۰۲

یہ سریہ ۳۰ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم بمطابق ۳۰ رجب ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۳۰ رمضان ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۶ مارچ ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز سوموار کا ہے۔ لیکن قریش مکہ نے اسے یکم رجب ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم کا واقعہ قرار دے کر مسلمانوں کو مطعون کرنا شروع کر دیا کہ انہوں نے رجب کے حرمت والے مہینے کی حرمت کو پامال کر دیا ہے ممکن ہے انہیں غلط فہمی ہوئی ہو کیونکہ ان دنوں ولادتِ قمر اور قران شمس و قمر کے صحیح اوقات کے تعین کی وہ سہولتیں میسر نہ تھیں جو دورِ حاضر میں ہمیں حاصل ہیں تو جدید تحقیق سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ جمادی الاخریٰ کا مہینہ ۲۹ دن کا نہیں بلکہ تیس دن کا تھا لہٰذا ۳۰ جمادی الاخریٰ کو یکم رجب قرار دینا قطعاً غلط ہے چنانچہ اگلے ماہ کے لئے تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی ہجری بحساب کبیسۂ محرم	قمری ہجری بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران

۲۷ مارچ ۶۲۴ء منگل یکم رجب ۲ ہجری یکم شعبان ۲ ہجری یکم شوال ۲ ہجری ۲۴ اپریل ۲۳:۱۶

۲۵ اپریل بدھ یکم شعبان یکم رمضان یکم ذی قعدہ ۲۳ اپریل ۱۲:۲۶

اس سے پہلے ہم دیکھ چکے ہیں کہ یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم کے بالمقابل عیسوی تاریخ ۲۶ فروری ۶۲۴ عیسوی ہے کیونکہ قران مؤرخہ ۲۴ فروری کو بوقت گیارہ بجکر دو منٹ پر ہوا تھا پس چاند اگلے روز ۲۵ فروری کو نظر آیا اور ۲۶ فروری کو یکم جمادی الاخریٰ ہوئی۔ اگلے ماہ کا قران ۲۴ مارچ ۶۲۴ عیسوی جیولین کو ۲۳ بج کر ۱۶ منٹ پر ہوا۔ ۲۵ مارچ کو غروب شمس کے وقت تک چاند کی عمر ۲۰ گھنٹے نہیں بنتی لہٰذا چاند ۲۶ مارچ کو نظر آیا اور ۲۷ مارچ کو یکم رجب قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم ہوئی پس جمادی الاخریٰ کا مہینہ ۲۶ فروری سے ۲۶ مارچ تک رہا یہ مدت تیس دن بنی یہاں یہ یاد رہے کہ سال ۶۲۴ عیسوی لیپ کا سال ہے لہٰذا فروری کا مہینہ ۲۹ دن کا شمار ہوگا۔

اگلے مہینہ قران ۲۳ اپریل ۶۲۴ عیسوی جیولین کو بارہ بج کر چھبیس منٹ پر ہوا لہٰذا چاند ۲۴ اپریل کو نظر آیا اور ۲۵ اپریل کو یکم شعبان قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم ہوئی یعنی رجب کا مہینہ ۲۷ مارچ اور ۲۴ اپریل کی تواریخ کے درمیان رہا یہ مدت ۲۹ دن بنتی ہے بالفاظ دیگر جمادی الاخریٰ ۳۰ دن کا تھا اور رجب کا مہینہ ۲۹ دن کا تھا۔ پس سریہ عبداللہ بن جحش کی تاریخ ۳۰ جمادی الاخریٰ قرار دی جائے تو جمادی الاخریٰ کو ۲۹ دن کا قرار دے کر ۳۰ جمادی الاخریٰ کو یکم رجب ٹھہرانا غلط ہوا اگر یہ سریہ رجب کے اواخر میں مانا جائے تو رجب کا مہینہ تھا ہی ۲۹ دن کا، لہٰذا یکم شعبان کو ۳۰ رجب ٹھہرانا درست نہ ہوا پس روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مسلمانوں نے ہرگز ہرگز رجب کی حرمت کو پامال نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب بات زیادہ بڑھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّھْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَکُفْرٌ بِہٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاِخْرَاجُ اَھْلِہٖ مِنْہُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰہِ وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (۲۵)۔

یہ لوگ تجھ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ اس میں جنگ لڑنا بڑا گناہ ہے، اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکنا، اس کے ساتھ اور مسجد حرام کے ساتھ کفر کرنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک کہیں زیادہ بڑے جرائم ہیں اور فساد برپا کرنا تو قتل سے بڑا گناہ ہے۔

دیکھئے یہاں آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شہرِ حرام کی حرمت کو پامال کرنے کا ہرگز مجرم نہیں ٹھہرایا بلکہ شہرِ حرام کی حرمت کا محض شرعی حکم بیان فرمادیا ہے کہ اس میں جنگ لڑنا گناہ ہے اس کے بعد قریش مکہ کو الزامی جواب دیا ہے کہ مسلمانوں پر تمہارا الزام بالفرض درست بھی ہو تو تمہارے جرائم تو اس سے کہیں زیادہ سنگین ہیں۔ پس ہماری نظر میں ایسی تاریخی روایات محلِ نظر ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے اس لئے ناراض ہوئے تھے کہ انہوں نے شہرِ حرام میں کیوں جنگ کی ہے بلکہ ناراضگی کا اصل سبب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن جحش کو قریش مکہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ بھیجا گیا تھا انہیں کسی سے جنگ لڑنے اور قریش مکہ کو خواہ مخواہ شدید مشتعل کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا تھا۔ ان کا یہ قتال بلا اذن تھا بعد میں ان کی یہ اجتہادی خطا معاف کر دی گئی۔

چونکہ قریش مکہ نے ۳۰ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمریہ شمسی (بحساب کبیسۂ محرم) کی تاریخ کو ناحق یکم رجب قرار دینے پر اصرار جاری رکھا تو مسلمانوں نے کبیسۂ کا مہینہ محرم کے بعد ڈالنے کی بجائے شوال کے بعد ڈال دیا، یوں یہ رجب قمریہ شمسی اب شعبان قمریہ شمسی میں اور شعبان قمریہ شمسی اب رمضان قمریہ شمسی میں بدل گیا بعد کے تمام غزوات و سرایا کی توقیت سال ۲ ہجری قمریہ شمسی میں اسی کے مطابق ہوئی، جیسا کہ غزوۂ بدر سے آخر تک کے تمام واقعات کی توقیتی بحث سے بخوبی واضح ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ سیرت نگاروں میں سے بعض حضرات نے اسے اواخر جمادی الاخریٰ کے بعد یکم رجب کا واقعہ قرار دیا (۲۶) اور کسی نے اسے اواخر رجب سمجھتے ہوئے ۳۰ رجب کا واقعہ قرار دیا (۲۷) حالانکہ نہ تو ۳۰ جمادی الاخریٰ کو یکم رجب قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی یکم شعبان کو ۳۰ رجب ٹھہرایا جاسکتا ہے کیونکہ نہ تو جمادی الاخریٰ ۲۹ دن کا ہوا تھا اور نہ ہی رجب تیس دن کا ہوا تھا، پس سریہ عبداللہؓ بن جحش کی قمریہ شمسی تاریخ بحساب کبیسۂ محرم ۳؍ جمادی الاخریٰ ۲ ہجری قمریہ شمسی بروز سوموار بمطابق ۳۰ رمضان ۲ ہجری بمطابق ۲۶ مارچ ۶۲۴ عیسوی جیولین ہے۔

۶۔ غزوہ ینبع اور بنو اسلم و بنو غفار سے معاہدات:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران

۲۷ مارچ ۶۲۴ء	منگل	یکم رجب ۲ ہجری	یکم شعبان ۲ ہجری	یکم شوال ۲ ہجری	۲۴ مارچ	۲۳:۱۶
۲۵ اپریل	بدھ	یکم شعبان	یکم رمضان	یکم ذی قعدہ	۲۳ اپریل	۱۲:۲۶

ابن حبیب بغدادی نے غزوہ ینبع کی تاریخ ۲ شعبان ۲ ہجری بروز جمعرات اور بنواسلم و بنوغفار سے معاہدہ کی تاریخ ۱۴ شعبان ۲ ہجری بروز منگل بیان کی ہے۔(۲۸) اگر یہاں شعبان قمریہ شمسی کو بحساب کبیسۂ محرم لیا جائے تو مذکورہ جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ ۲ شعبان اور ۱۴ شعبان کو ٹھیک جمعرات اور منگل کے دن ہی برآمد ہوتے ہیں، لیکن یہ شعبان قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم اس لئے نہیں ہوسکتا کہ یہ شعبان تو کبیسۂ شوال دراصل رمضان قمریہ شمسی میں بدل گیا تھا اور اس رمضان کے اوائل سے ہی ابوسفیان کے تجارتی قافلے کے تعاقب کی تیاری شروع ہوگئی تھی، اس لئے یہ شعبان قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال ہے جس میں ۲ شعبان اور ۱۴ شعبان کو صحیح دن بالترتیب بدھ اور سوموار کا برآمد ہوتا ہے، گو قمری تواریخ میں ایک دن کا فرق نظرانداز کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد دیگر تمام واقعات ٹھیک ٹھیک قمریہ شمسی تقویم میں بحساب کبیسۂ شوال (سال ۲ ہجری قمریہ شمسی میں) درست بیٹھتے ہیں جیسا کہ آئندہ توقیتی مباحث سے واضح ہوجائے گا۔ پس غزوۂ ینبع کی تاریخ ۲ شعبان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ وشوال بروز بدھ بمطابق ۲ شوال ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۸/ مارچ ۶۲۴ عیسوی جیولین ہے جبکہ بنواسلم اور بنوغفار سے معاہدات کی تاریخ ۱۴/ شعبان ۲/ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بروز سوموار بمطابق ۱۴ شوال ۲ ہجری قمری بمطابق ۹/ اپریل ۶۲۴ عیسوی جیولین ہے۔

۷۔ تحویل قبلہ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۷ مارچ ۶۲۴ء	منگل	یکم شعبان ۲ ہجری	یکم شوال ۲ ہجری	۲۴ مارچ	۲۳:۱۶

علامہ ابن کثیرؒ نے البدایۃ والنھایۃ میں تحویل قبلہ کی تاریخ ۱۵ شعبان ۲ ہجری بروز منگل بیان کی ہے۔(۲۹) جدول سے صاف واضح ہے کہ یکم شعبان قمریہ شمسی کو منگل تھا پس ۱۵ شعبان کو بھی ٹھیک منگل کا ہی دن ہوا۔ تو تحویل قبلہ کی تاریخ ۱۵ شعبان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بروز منگل بمطابق ۱۵ شوال ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۰ اپریل ۶۲۴ عیسوی جیولین ہے۔

۸۔غزوۂ بدر الکبریٰ:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۵/اپریل ۶۲۴ء	بدھ	یکم رمضان ۲ ہجری	یکم ذی قعدہ ۲ ہجری	۲۳ اپریل	۱۲:۲۶

ابن سعدؒ نے غزوۂ بدر کے لئے روانگی کی تاریخ ۱۲ رمضان المبارک ۲ ہجری بروز ہفتہ بیان کی ہے۔(۳۰) اور غزوے کی تاریخ ۱۷ رمضان المبارک ۲ ہجری بروز جمعہ بیان کی ہے اور واقدی نے بھی یہی تاریخ لکھی ہے (۳۱) اگر ۱۷ رمضان المبارک کو جمعہ ہو تو ۱۲ رمضان کو ہفتہ نہیں بلکہ اتوار ہوسکتا ہے لہٰذا یہ کتابت کی غلطی ہے، چونکہ قمری تواریخ میں دن کا آغاز غروبِ شمس سے ہوتا ہے اور ممکن ہے غزوہ بدر کے لئے روانگی ۱۱/رمضان کو مغرب سے کچھ پہلے بروز ہفتہ ہوئی ہو لہٰذا مغرب کے وقت یہ تاریخ ۱۲ رمضان ہوگئی۔

ابن حبیب بغدادی نے اور ابن کثیر نے روانگی کی تاریخ ۸/رمضان لکھی ہے اور ابن حبیب نے دن بدھ لکھا ہے (۳۲) جبکہ غزوے کے وقوع کی تاریخ ۱۷ رمضان ۲ ہجری بروز جمعہ بیان کی ہے (۳۳/۱) دیگر تمام سیرت نگاروں نے بھی غزوہ بدر کی مشہور ترین تاریخ یہی ۱۷ رمضان اور دن جمعہ لکھا ہے (۳۳/۲) جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ رمضان قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال ہے جس کی پہلی تاریخ کو بدھ کا دن تھا پس ۱۷ رمضان کو ٹھیک جمعۃ المبارک کا دن برآمد ہوتا ہے۔غزوہ بدر سے واپسی کی تاریخ ابن حبیب نے ۲۲ رمضان ۲ ہجری لکھی ہے (۳۴) پس غزوہ رمضان کے لئے روانگی بقول ابن سعد ۱۲/رمضان المبارک ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۱۲/ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۶/مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز اتوار ہوئی جبکہ ابن حبیب اور ابن کثیر کے بقول یہ روانگی ۸/رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۸/ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲/مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز بدھ ہوئی۔غزوۂ بدر ۱۷/رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۱۷/ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۱/مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز جمعۃ المبارک ہوا۔غزوۂ بدر میں فتح کی بشارت بقول ابن کثیرؒ مدینہ میں اتوار کو پہنچی تھی (۳۵) پس یہ تاریخ ۱۹/رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۹/ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۳/مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین تھی۔ فتح کے بعد رسول اکرم ﷺ میدان بدر میں تین دن قیام فرمانے کے بعد سوموار کی رات کو وہاں سے مدینے کی جانب روانہ ہوئے تھے پس ۱۹/رمضان کو غروب شمس کے بعد یہ تاریخ ۲۰/

رمضان قمریہ شمسی بمطابق ۲۰ ذی قعدہ قمری بمطابق ۱۳،۱۴/ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین تھی۔ مدینہ منورہ میں بقول ابن حبیب آپ ۲۲/ رمضان کو پہنچے تھے، پس یہ تاریخ ۲۲/ رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۲۲ ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۶/ مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز بدھ ہوئی۔

غزوۂ بدر کا یہ رمضان یقیناً قمریہ شمسی ہے۔ دلائل درج ذیل ہیں:

(الف) اگر غزوہ بدر کے رمضان کو خالص قمری تقویم کا رمضان سمجھا جائے تو تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہوگا:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ محرم	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۶ فروری ۶۲۴ء	اتوار	یکم جمادی الاخریٰ ۲ ہجری	یکم رمضان ۲ ہجری	۲۴ فروری	۱۱:۰۲

مذکورہ جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ سال ۲ ہجری میں خالص قمری رمضان کی پہلی تاریخ کو اتوار کا دن تھا پس ۱۷ رمضان ۲ ہجری قمری کو منگل کا دن ہوا حالانکہ غزوۂ بدر کی ۱۷ رمضان کو جمعہ تھا۔ قمری تواریخ میں ایک دن کا تفاوت تو قابلِ قبول ہوسکتا ہے یہاں تو چار دن کا فرق پڑ رہا ہے پس غزوۂ بدر کا رمضان یقیناً قمریہ شمسی تھا، قمری ہرگز نہ تھا۔

(ب) غزوہ بدر کے بعد اوائل شوال میں سریہ سالمؓ بن عمیر ہوا جس میں ابوعفک یہودی قتل ہوا تھا سیرت نگاروں کی تصریحات کے مطابق یہ گرمی کا موسم تھا۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے:

حتیٰ كانت ليلة صائفة فنام ابو عفك في الفناء (۳۶)

یہاں تک کہ موسم گرما کی رات ہوئی تو ابوعفک صحن میں سوگیا''

واقدی نے لکھا ہے کہ:

حتى كانت ليلة صائفة فنام ابو عفك في الصيف في بني عمرو بن عوف (۳۷)

یہاں تک کہ گرمی کی رات ہوئی تو ابوعفک موسم گرما میں بنوعمرو بن عوف (کے علاقے) میں صحن میں سوگیا۔

پس یہ شوال یقیناً قمریہ شمسی ہے ورنہ سال ۲ ہجری کے خالص قمری شوال کا عیسوی مہینہ مارچ بنتا ہے کیونکہ اوپر جدول میں ہم معلوم کرچکے ہیں کہ یکم رمضان ۲ ہجری قمری کو عیسوی تاریخ ۲۶ فروری ۶۲۴ عیسوی جیولین تھی پس شوال مارچ/ اپریل میں ہوا یہ موسم بہار کے مہینے ہیں، موسم گرما کے نہیں۔ جب سریہ

سالمؓ بن عمیر کا شوال قمریہ شمسی ہوا تو اس سے پہلے غزوہ بدر کا رمضان بھی قمریہ شمسی ہوا۔

(ج) ابن سعد اور واقدی نے غزوۂ بنی قینقاع کی تاریخ ۱۵ شوال ۲ ہجری بروز ہفتہ اور ابن حبیب نے ۷ صفر ۳ ہجری بروز اتوار بیان کی ہے (۳۸) تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:۔

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقتِ قران
۲۳ جون ۶۲۴ء	ہفتہ	شوال الثانی (کبیسہ) ۲ ہجری	یکم محرم ۳ ہجری	۲۱ جون	۱۸:۰۲

جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ یکم شوال کبیسہ قمریہ شمسی کو ہفتہ کا دن تھا پس ۱۵ شوال ۲ ہجری کو بھی ٹھیک ہفتہ کا دن برآمد ہوتا ہے۔ ابن سعد اور واقدی نے اس غزوے سے مراجعت کی تاریخ یکم ذی قعدہ ۲ ہجری بیان کی ہے کہ بنو قینقاع کا محاصرہ کوئی پندرہ دن تک جاری رہا تھا (۳۹) تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقتِ قران
۲۳ جولائی ۶۲۴ء	سوموار	یکم ذی قعدہ ۲ ہجری	یکم صفر ۳ ہجری	۲۱ جولائی	۰۹:۳۱

جدول سے صاف واضح ہے کہ قمریہ شمسی ذی قعدہ کے بالمقابل قمری مہینہ صفر کا ہے پس ابن حبیب نے غزوۂ بنی قینقاع کی توقیت قمری تقویم میں اور ابن سعد اور واقدی نے اس کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں کی ہے۔ یکم صفر ۳ ہجری قمری بمطابق یکم ذی قعدہ ۲ ہجری قمریہ شمسی کو سوموار کا دن ہے پس ابن حبیب نے ۷ صفر ۳ ہجری کا دن اتوار بالکل صحیح لکھا ہے لیکن غالباً یہ بنو قینقاع کی جلا وطنی کی تاریخ ہے۔ بہر حال اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ غزوۂ بنو قینقاع کا شوال قمریہ شمسی ہے پس اس سے پہلے غزوۂ بدر کا رمضان بھی یقیناً قمریہ شمسی ہے۔

(د) غزوہ غطفان (ذی امر) بقول ابن ہشام ذی الحجہ ۲ ہجری کا واقعہ ہے (۴۰) جبکہ ابن سعد اور واقدی نے اس کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۳ ہجری بیان کی ہے (۴۱) تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:۔

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقتِ قران
۲۲ اگست ۶۲۴ء	بدھ	یکم ذی الحجہ ۲ ہجری	یکم ربیع الاول ۳ ہجری	۲۰ اگست	۰:۳۰

مذکورہ جدول سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ابن ہشام نے غزوۂ غطفان کی توقیت قمریہ شمسی میں کی ہے، اور ابن سعد اور واقدی نے اس کی توقیت قمری تقویم میں کی ہے۔ پس جب غزوہ غطفان کا

ذی الحجہ قمریہ شمسی ثابت ہو چکا تو زمنی ترتیب کے لحاظ سے اس سے پہلے غزوۂ بدر کے رمضان کا قمریہ شمسی ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

(۵) مقالے کی دوسری قسط میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ مدنی دور میں رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب نے روزے قمریہ شمسی رمضان کے مطابق رکھے ہیں جو ہمیشہ موسم گرما کے مئی، جون کے مہینوں میں آیا کرتا تھا۔ غزوۂ بدر میں گرمی کی شدت کی وجہ سے آپ نے مسلمانوں کو روزہ افطار کرنے کا حکم دیا تھا۔ واقدی نے لکھا ہے:

> **فصام یوماً اویومین ثم رجع ونادیٰ منادیہ یمعشر العصاۃ انّی مفطر فافطروا و ذالک انّہ قد کان قال لھم قبل ذٰلک فلم یفعلوا (۴۲)**
>
> تو آپ ﷺ نے ایک یا دو دن روزہ رکھا پھر نہیں رکھا اور آپ کی طرف سے ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے نافرمانوں کی جماعت! (ازراہ شفقت ایسے فرمایا) میں روزہ افطار کر رہا ہوں تم بھی افطار کرلو، اس (اعلان) کی وجہ یہ تھی کہ اس سے پہلے بھی آپ نے انہیں (روزہ افطار کرنے کا) حکم صادر فرمایا تھا لیکن انہوں نے (ابھی تک) ایسا نہیں کیا تھا (روزہ افطار نہیں کیا تھا)۔

ابن سعد کا قول ہے کہ غزوۂ بدر کا دن سخت گرم تھا۔ مقالے کی دوسری قسط میں ہم یہ بھی بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ سال ۸ ہجری میں غزوۂ فتح مکہ کا رمضان اور سال ۹ ہجری میں غزوۂ تبوک کا رمضان سخت گرم موسم میں تھا (۴۳) حالانکہ ان سالوں کا خالص قمری رمضان دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں آیا تھا۔ پس سالہائے ۸ اور ۹ ہجری کے رمضان کی طرح غزوۂ بدر کا رمضان بھی قمری نہیں بلکہ قمریہ شمسی تھا۔

۹۔ سریہ عمیرؓ بن عدی:

ابن سعد نے اس کی تاریخ ۲۵ رمضان ۲ ہجری بیان کی ہے (۴۴) یہ غزوۂ بدر کے جلد بعد کا واقعہ ہے پس یہ رمضان قمریہ شمسی ہے۔ ۲۵ ر رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسہ شوال بمطابق ۲۵ ر ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۹ ر مئی ۶۲۴ عیسوی بروز ہفتہ ہے۔ تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ وہی ہے جو غزوۂ بدر کے توقیتی مباحث کی ابتدا میں دیا گیا ہے۔

۱۰۔صدقہ عیدالفطر کا وجوب:

عیدالفطر سے دو دن پہلے اس کی تاریخ ۲۸/رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۲۸/ذی قعدہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۲/مئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز منگل ہے تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ حسب سابق ہے۔

۱۱۔عیدالفطر:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی کبیسۂ شوال	قمریہ ہجری	تاریخ قران	وقتِ قران
۲۵مئی ۶۲۴ء	جمعۃ المبارک	یکم شوال الاول ۲ ہجری	یکم ذی الحجہ ۲ ہجری	۲۳ مئی	۰۲:۴۶

چونکہ عیدالفطر یکم شوال کو ہوا کرتی ہے لہٰذا مذکورہ جدول سے اس کی توقیت از خود واضح ہے۔

۱۲۔غزوۂ قرقرۃ الکدر:

اس کے لئے روانگی غزوۂ بدر سے واپسی سے کوئی ایک ہفتہ بعد ہوئی تھی۔ابن حبیب نے اس کی تاریخ یکم شوال ۲ ہجری بروز جمعہ لکھی ہے (۴۵)۔عیدالفطر والی مذکورہ جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ عیدالفطر کو واقعی جمعہ کا دن تھا۔ پس اس غزوے کے لئے روانگی عیدالفطر کے روز غالباً شام کے وقت ہوئی۔ جیسا کہ جدول سے واضح ہے، یہ شوال قمریہ شمسی ہے جس کے بالمقابل خالص قمری مہینہ ذی الحجہ ۲ ہجری قمری کا ہے ابن سعد اور واقدی نے اس غزوے کو نصف محرم ۳ ہجری کا واقعہ بیان کیا ہے (۴۶) یہ محرم ۳ ہجری یقیناً قمری ہے۔تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے:

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقتِ قران
۲۳جون ۶۲۴ء	ہفتہ	یکم شوال الثانی (کبیسہ)	یکم محرم ۳ ہجری	۲۱ جون	۱۸:۰۲

جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ ۱۵ محرم ۳ ہجری قمری کے بالمقابل قمریہ شمسی تاریخ ۱۵ شوال الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی ہے۔ حالانکہ اگر یہ غزوہ، غزوہ بدر سے واپسی پر کوئی ایک ہفتہ بعد ہوا ہے تو یہ شوال الاول قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال ہوسکتا ہے نہ کہ شوال الثانی قمریہ شمسی ہوا۔ نیز ابن حبیب نے غزوۂ قرقرۃ الکدر کی روانگی کی تاریخ یکم شوال ۲ ہجری کو جمعہ کا دن لکھا ہے پس یہ یکم شوال الاول بروز جمعہ کا واقعہ

ہے۔ مزید برآں ۱۵ رشوال الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۵ رمحرم ۳ ہجری قمری بروز ہفتہ تو غزوۂ بنی قینقاع کی تاریخ ہے جیسا کہ آئندہ سطور میں آرہا ہے پس غزوۂ قرقرۃ الکدر شوال لاول کا واقعہ ہے۔ عیدالفطر کا دن جمعہ ہی تھا۔ ابن حبیب نے اس غزوے سے مراجعت کی تاریخ ۲۰ رشوال ۲ ہجری لکھی ہے (۴۷)۔ پس یہ غزوہ یکم شوال الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق یکم ذی الحجہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۲۵ رمئی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز جمعہ کا بلحاظ روانگی ہے، مراجعت بقول ابن حبیب ۲۰ رشوال کو ہوئی تھی پس یہ ۲۰ رشوال الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۲۰ ذی الحجہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۱۳ رجون ۶۲۴ عیسوی بروز بدھ تھی۔

۱۳۔ سریہ غالبؓ بن عبداللہ اللیثی:

ابن حبیب نے اس کی تاریخ ۱۰ شوال ۲ ہجری بروز اتوار بیان کی ہے (۴۸)۔ یہ شوال بھی شوال الاول قمریہ شمسی ہے تقابلی جدول کا متعلقہ حصہ وہی ہے جو عیدالفطر کے سلسلے میں اوپر دی جاچکی ہے یکم شوال الاول ۲ ہجری قمریہ شمسی (عیدالفطر) کو جمعہ کا دن تھا پس ۱۰ شوال کو ٹھیک اتوار کا دن ہی برآمد ہوتا ہے تو یہ تاریخ ۱۰ شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۱۰ ذی الحجہ ۲ ہجری قمری بمطابق ۳ جون ۶۲۴ عیسوی ہے۔ دن اتوار تھا۔

۱۴۔ مدینہ منورہ میں پہلی عیدالفطر اور پاکستان کا جوہری تجربہ:

سیرت طیبہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کسی بھی پرمسرت، اہم اور مقدس واقعے کی بعد کے ادوار کے کسی واقعے سے کسی بھی طرح کی بھی مشابہت وموافقت یقیناً ایک بڑی سعادت اور خوش نصیبی ہے خواہ یہ موافقت حدودِ شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے کسی سوچے سمجھے منصوبے (Pre-planned Scheme) کے تحت ہو یا یہ محض حُسنِ اتفاق سے پیدا ہوئی ہو۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے جوہری قوت بن جانے کے سلسلے میں دورِ نبوی کے خوشگوار واقعات سے کسی بھی طرح کی مماثلت اور مشابہت ہمارے لئے بہت بڑی بشارت ہے جو محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ قرآن کریم میں سورۂ انفال میں ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ ط (۴۹)

اورتم ان کے لئے جہاں تک تم سے ہو سکے، قوت تیار کرو اور مضبوط گھوڑے بھی
تیار کرو جن کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن (یعنی کفار ومشرکین) کو
مرعوب وخوف زدہ کرو۔

اس آیت کریمہ میں لفظ ''قوت'' میں عموم ہے کہ دشمنان اسلام کے خلاف ہر شعبۂ زندگی میں ہر طرح کی قوت کے حصول کا اہتمام کرنا چاہئے، مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ حربی ذرائع اور وسائل بھی درجہ بدرجہ ترقی پذیر رہتے ہیں، لہٰذا لفظ ''قوت'' کو عام رکھا گیا تا کہ یہ ہر دور کے تقاضوں پر حاوی ومحیط ہو۔ عسکری وحربی شعبے میں دیگر ضروریات کی تکمیل کے علاوہ جدید ترین سامانِ حرب سے غفلت اہلِ اسلام کی مہلک غلطی ہے۔ جدید ترین سامانِ حرب کے حصول اور اس کی تیاری واستعمال میں فنی مہارت مالی وسائل کی بہم رسانی پر موقوف ہے۔ اس مقصد کے لئے اٹھنے والے مصارف میں بخل سے ہماری بقا اور ہمارے ملی تشخص کے لئے سنگین خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:۔

وَاَنْفِقُوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَة (۵۰)

اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو تباہی میں نہ ڈالو۔

رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں قوت کی ایک اہم صورت حربی مقاصد کے لئے گھوڑے پالنا تھی۔ چنانچہ دشمن کے خلاف ہر طرح کی قوت حاصل کرنے کے عام حکم کے ساتھ اس دور کی خاص جنگی ضرورت گھوڑوں کی پرورش کا بھی خصوصی حکم دیا گیا تھا۔ دورِ حاضر میں جوہری قوت کی اہمیت، افادیت و ضرورت ایک بدیہی امر ہے۔ الحمدللہ! ہمارے وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان نے حصولِ قوت کی قرآنی ہدایت پر عمل کرنے کی اولیں سعادت حاصل کی ہے اور اس قوت کا مظاہرہ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ عیسوی بمطابق یکم صفر المظفر ۱۴۱۹ ہجری کو جوہری دھماکوں کی صورت میں کیا۔

مروجہ عیسوی تقویم گریگورین تقویم کہلاتی ہے یہ شمسی تقویم ہے جو سورج کے گرد زمین کی گردش کی طبعی مدت سے قریب ترین ہونے کی وجہ سے صحیح ترین شمسی تقویم ہے اور بین الاقوامی سطح پر مسلم اور منظور شدہ ہے۔ اگر اس تقویم کو مؤثر بہ ماضی کیا جائے تو دورِ نبوی میں ۲۸ر مئی ۶۲۴ عیسوی گریگورین کو یکم شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی تھی۔ چونکہ ان دنوں قمریہ شمسی تقویم مروج تھی لہٰذا رسول اکرم ﷺ اور آپ کے اصحاب مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم مدینہ منورہ میں پہلی عید الفطر منا رہے تھے۔ گذشتہ صفحات میں اس عید الفطر کی جو عیسوی تاریخ ۲۵ر مئی ۶۲۴ عیسوی مذکور ہے، یہ جیولین تقویم ہے۔ جیولین

عیسوی سال کی اوسط مدت اصل اوسط مدت سے کوئی ۱۱ منٹ اور چودہ سیکنڈ زائد بنتی ہے اس لئے سولہویں صدی عیسوی تک اس تقویم میں کوئی بارہ دن اصل مدت سے زائدہ ہوگئے تھے چنانچہ پوپ گریگوری کی اصلاح سے گریگورین تقویم رائج کی گئی تھی جسے برطانیہ میں ۱۷۵۲ عیسوی میں نافذ کیا گیا۔ جیولین تقویم میں یکم جنوری ۱ر عیسوی کو ہفتہ کا دن تھا جبکہ گریگورین عیسوی تقویم میں یکم جنوری ۱ر عیسوی کو سوموار کا دن بنتا ہے، یعنی گریگورین تقویم کا آغاز جیولین تقویم سے دو دن بعد کا شمار کیا گیا ہے، یعنی سولہویں صدی عیسوی کی جیولین تقویم سے بارہ کی بجائے دس دن یوں کم کئے گئے کہ جیولین تقویم کے تاریخ کے عدد میں دس کا اضافہ کر دیا گیا چنانچہ ۱۵ ۱ اکتوبر ۱۵۸۲ عیسوی جیولین کی تاریخ کو گریگورین تقویم میں بدلتے ہوئے ۲۵ر اکتوبر ۱۵۸۲ عیسوی (گریگورین) کر دیا گیا۔ دورِ نبوی میں پہلی عید الفطر کے بالمقابل جیولین عیسوی تاریخ ۲۵ر مئی ۶۲۴ عیسوی تھی۔ قواعد کے مطابق اسے گریگورین تقویم میں لایا جائے تو یہ تاریخ ۲۸ر مئی ۶۲۴ عیسوی بنتی ہے۔ پاکستان کے آزمائشی جوہری دھماکوں کی تاریخ بھی ۲۸ر مئی ہے سال ۱۹۹۸ء ہے یعنی مدینہ منورہ میں پہلی عید الفطر کے ٹھیک ۱۳۷۴ شمسی سالوں کے بعد یہ جوہری تجربات ہوئے ہیں۔ ۲۸ر مئی ۶۲۴ عیسوی گریگورین کو چاند کی پہلی تاریخ تھی تو ۲۸ر مئی ۱۹۹۸ عیسوی کو بھی چاند کی پہلی تاریخ یکم صفر ۱۴۱۹ ہجری تھی۔ یوں نہ صرف ہمیں قرآنی حکم پر عمل کی توفیق ارزاں ہوئی بلکہ جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے لئے ۲۸ر مئی ۶۲۴ عیسوی (گریگورین) کا دن بمطابق یکم شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی عید الفطر کی وجہ سے یوم مسرت تھا اور اس سے پہلے ۱۷ر رمضان ۲ ہجری قمریہ شمسی کو کفر و اسلام کے پہلے معرکہ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی تھی تو ہمارے لئے بھی ۲۸ر مئی ۱۹۹۸ء (یکم صفر المظفر ۱۴۱۹ ہجری) کا دن پیغامِ مسرت لے کر آیا۔ یہ حیرت انگیز مشابہت و مماثلت ہمارے لئے زبردست نیک فال ہے۔ ہمیں اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور اپنے ملی تشخص کی بقا کے لئے اپنے اعمال میں اصلاح کرنی چاہئے۔ غیر مسلموں کی ثقافت اور ان کے رسوم و رواج کو خیر باد کہنا چاہئے۔

۱۵۔ سریہ سالمؓ بن عمیر:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسہ شوال	قمری ہجری	تاریخ قِران	وقت قران
۲۳ جون ۶۲۴ء	ہفتہ	یکم شوال الثانی (کبیسہ) ۲ھ	یکم محرم ۳ ہجری	۲۱ جون	۱۸:۰۲

ابن سعدؒ نے اس سریہ کو اوائل شوال ۲ ہجری کا اور واقدی نے شوال ۲ ہجری کا واقعہ قرار دیا ہے (۵۱) یہ زمنی ترتیب کے اعتبار سے یقیناً قمریہ شمسی شوال الثانی ہے۔ کیونکہ یکم شوال کو تو رسول اکرم ﷺ غزوہ قرقرۃ الکدر کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ پس یہ سریہ اوائل شوال الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق اوائل محرم ۳ ہجری قمری بمطابق اواخر جون ۶۲۴ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔

۱۶۔غزوۂ بنی قینقاع:

تقابلی عیسوی جدول کا متعلقہ حصہ یہ ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۳ جون ۶۲۴ء	ہفتہ	یکم شوال الثانی ۲ ہجری	یکم محرم ۳ ہجری	۲۱ جون	۱۸:۰۲
۲۳ جولائی	سوموار	یکم ذی قعدہ	یکم صفر	۲۱ جولائی	۰۹:۳۱

ابن سعد اور واقدی نے اس غزوے کی تاریخ ۱۵ شوال ۲ ہجری بروز ہفتہ بیان کی ہے (۵۲) واقدی نے مراجعت کی تاریخ یکم ذی قعدہ ۲ ہجری لکھی ہے (۵۳)۔ ابن حبیب نے اس غزوے کی تاریخ ۷ صفر ۳ ہجری بروز اتوار لکھی ہے (۵۴)۔ مذکورہ جدول سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ابن سعد اور واقدی نے اس غزوے کی توقیت قمریہ شمسی میں اور ابن حبیب نے قمری میں کی ہے۔ یکم ذی قعدہ قمریہ شمسی کے بالمقابل قمری مہینہ صفر کا ہے۔ اور ۷ صفر ۳ ہجری کو ٹھیک اتوار ہی کا دن بنتا ہے۔ غالباً ابن حبیب نے بنو قینقاع کی جلاوطنی کی تاریخ لکھ دی ہے پس اس غزوے کے لئے روانگی ۱۵/شوال الثانی ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق ۱۵/محرم ۳ ہجری قمری بمطابق ۷/جولائی ۶۲۴ عیسوی جیولین کو ہوئی۔ ابن سعد اور واقدی نے دن ہفتہ لکھا ہے جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ یکم شوال ۲ ہجری قمریہ شمسی کو ہفتہ کا دن تھا پس ۱۵/شوال کو بھی ٹھیک ہفتہ ہی کا دن تھا۔ غزوے سے مراجعت یکم ذی قعدہ ۲ ہجری قمریہ شمسی کو بمطابق یکم صفر ۳ ہجری قمری بمطابق ۲۳ جولائی ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز سوموار ہوئی۔

۱۷۔غزوۂ سویق:

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران

۲۲ اگست ۶۲۴ء بدھ یکم ذی الحجہ ۲ ہجری یکم ربیع الاول ۳ ہجری ۲۰ اگست ۰:۳۰

ابن سعد اور واقدی نے اس غزوے کی تاریخ ۵ ذی الحجہ ۲ ہجری بروز اتوار بیان کی ہے۔ (۵۵) جدول سے واضح ہے کہ یکم ذی الحجہ قمریہ شمسی کو بدھ ہو تو ۵ ذی الحجہ کو ٹھیک اتوار کا دن ہی برآمد ہوتا ہے پس غزوۂ سویق کی تاریخ ۵ ذی الحجہ ۲ ہجری قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال بمطابق ۵؍ربیع الاول ۳ ہجری قمری بمطابق ۲۶؍اگست ۶۲۴ عیسوی جیولین بروز اتوار ہے۔

۱۸۔ غزوۂ غطفان (ذی امر):

تقابلی تقویمی جدول کا متعلقہ حصہ یوں ہے

عیسوی جیولین	دن	قمریہ شمسی بحساب کبیسۂ شوال	قمری ہجری	تاریخ قران	وقت قران
۲۲ اگست ۶۲۴ء	بدھ	یکم ذی الحجہ ۲ ہجری	یکم ربیع الاول ۳ ہجری	۲۰ اگست	۰:۳۰

ابن سعد اور واقدی نے اس کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۳ ہجری بیان کی ہے واقدی نے دن جمعرات لکھا ہے۔ ابن اسحٰق نے اسے آخر ذی الحجہ ۲ ہجری کا اور ابن ہشام نے ذی الحجہ ۲ ہجری کا واقعہ بیان کیا ہے (۵۶) جدول سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ ابن ہشام کی توقیت قمریہ شمسی تقویم میں اور واقدی و ابن سعد کی توقیت قمری تقویم میں ہوئی ہے۔ واقدی نے ۱۲ ربیع الاول ۳ ہجری کا دن جمعرات لکھا ہے لیکن جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ یکم ربیع الاول ۳ ہجری قمری بمطابق یکم ذی الحجہ قمریہ شمسی کو بدھ تھا لہٰذا ۱۲؍ربیع الاول کو اتوار کا دن برآمد ہوتا ہے، یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، ابن اسحاق نے اس کا مہینہ آخر ذی الحجہ ۲ ہجری لکھا ہے لہٰذا اواخر ربیع الاول میں ۲۳ ربیع الاول ۳ ہجری قمری کو جمعرات کا دن بنتا ہے، پس یہ غزوہ اواخر ذی الحجہ ۲ ہجری قمریہ شمسی کا بحساب کبیسۂ شوال بمطابق اواخر ربیع الاول ۳ ہجری قمری بمطابق ستمبر ۶۲۴ عیسوی جیولین ہے۔ اس غزوے کے لئے روانگی اواخر ذی الحجہ میں ہوئی اور غزوہ محرم ۳ ہجری قمریہ شمسی میں ہوا مزید وضاحت سال ۳ قمریہ شمسی کے واقعات میں مذکور ہوگی۔

۱۹۔ نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ:

جدول حسب سابق ہے۔ شیعہ علما نکاح کی تاریخ یکم ذی الحجہ ۲ ہجری بتاتے ہیں۔ طبری نے مہینہ آخر صفر لکھا ہے۔ جدول سے واضح ہو رہا ہے کہ یکم ذی الحجہ قمریہ شمسی بمطابق یکم ربیع الاول قمری ہے،

پس اوائل ذی الحجہ اور اواخر صفر میں چنداں تعارض نہیں یہ نکاح اوائل ذی الحجہ ۲ ہجری قمریہ شمسی بمطابق اوائل ربیع الاول ۳ ہجری قمری/ اواخر صفر ۳ ہجری قمری بمطابق اگست ۶۲۴ عیسوی جیولین کا واقعہ ہے۔

توقیتی جدول سال ۲ ہجری قمریہ شمسی = ۲۔۳ ہجری قمری = ۶۲۳۔۶۲۴ عیسوی جیولین

نمبر شمار	اہم واقعات	قمریہ شمسی ہجری	دن	قمری ہجری	عیسوی جیولین
۱	غزوہ ذی العشیرہ	یکم صفر ۲ ہجری (بہ کبیسہ محرم)	سوموار	یکم جمادی الاولیٰ ۲ ہجری	۳۱ اکتوبر ۶۲۳ عیسوی
۲	مراجعت از غزوۂ ذی العشیرہ	۲۲ صفر (بہ کبیسہ محرم)	سوموار	۲۲ جمادی الاولیٰ	۲۱ نومبر
۳	غزوہ ابواء	اواخر صفر (ایضاً)	۔	اواخر جمادی الاولیٰ	نومبر
۴	مراجعت از غزوۂ ابواء	یکم ربیع الاول (ایضاً)	بدھ	یکم جمادی الاخریٰ	۳۰ نومبر
۵	غزوۂ بدر اولیٰ	۱۲/ ربیع الاول (ایضاً)	(اتوار)	۱۲/ جمادی الاخریٰ	۱۱ دسمبر
۶	غزوۂ بواط	۱۳/ ربیع الثانی (ایضاً)	(منگل)	۱۳/ رجب	۱۰ جنوری ۶۲۴ء
۷	مراجعت از غزوۂ بواط	۲۰/ ربیع الثانی (ایضاً)	(منگل)	۲۰/ رجب	۱۷ جنوری
۸	سریہ عبداللہؓ بن جحش	۳۰/ جمادی الاخریٰ (ایضاً)	سوموار	۳۰/ رمضان	۲۶ مارچ
۹	غزوۂ ینبع	۲/ شعبان (بہ کبیسہ شوال)	(بدھ)	۲/ شوال	۲۸ مارچ
۱۰	بنو اسلم اور بنو غفار سے معاہدات	۱۴/ شعبان (ایضاً)	(سوموار)	۱۴/ شوال	۹ اپریل
۱۱	تحویل قبلہ	۱۵/ شعبان (ایضاً)	منگل	۱۵/ شوال	۱۰ اپریل

۱۲	غزوۂ بدر الکبریٰ (روانگی)				
	بقول ابن کثیر و ابن حبیب	۸/رمضان (ایضاً)	بدھ	۸/ذی قعدہ	۲ مئی
	بقول ابن سعد	۱۲/رمضان (ایضاً)	(اتوار)	۱۲/ذی قعدہ	۶ مئی
۱۳	غزوہ بدر الکبریٰ	۱۷/رمضان بہ کبیسۂ شوال ۲ ہجری	جمعہ	۱۷/ذی قعدہ ۲ ہجری	۱۱ مئی ۶۲۴ عیسوی
۱۴	مراجعت از غزوہ بدر	۲۲/رمضان (ایضاً)	بدھ	۲۲/ذی قعدہ	۱۶ مئی
۱۵	سریہ عمیرؓ بن عدی	۲۵/رمضان (ایضاً)	ہفتہ	۲۵/ذی قعدہ	۱۹ مئی
۱۶	وجوب صدقہ عید الفطر	۲۸/رمضان (ایضاً)	منگل	۲۸/ذی قعدہ	۲۲ مئی
۱۷	عید الفطر	یکم شوال الاول (ایضاً)	جمعہ	یکم ذی الحجہ	۲۵ مئی
۱۸	غزوۂ قرقرۃ الکدر (روانگی)	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً
۱۹	مراجعت از غزوۂ قرقرۃ الکدر	۲۰/شوال (ایضاً)	بدھ	۲۰/ذی الحجہ	۱۳ جون
۲۰	سریہ غالب بن عبداللہ	۱۰/شوال (ایضاً)	اتوار	۱۰/ذی الحجہ	۳ جون
۲۱	سریہ سالمؓ بن عمیر	اوائل شوال الثانی (ایضاً)	ـ	اوائل محرم ۳ ہجری	اواخر جون
۲۲	غزوۂ بنی قینقاع	۱۵/شوال الثانی (ایضاً)	ہفتہ	۱۵/محرم	۷ جولائی
۲۳	مراجعت از غزوۂ بنی قینقاع	یکم ذی قعدہ (ایضاً)	سوموار	یکم صفر	۲۳ جولائی
۲۴	غزوۂ سویق	۵/ذی الحجہ (ایضاً)	اتوار	۵/ربیع الاول	۲۶ اگست
۲۵	غزوۂ غطفان (ذی امر)	اواخر ذی الحجہ (ایضاً)	ـ	اواخر ربیع الاول	ستمبر
۲۶	نکاح سیدہ فاطمہؓ	اواخر ذی قعدہ/اوائل ذی الحجہ (ایضاً)	ـ	اواخر صفر/اوائل ربیع الاول	اگست

حوالہ جات

۱۔ الفصول فی سیرۃ الرسول ﷺ۔ حافظ ابوالفداء اسماعیل بن کثیر، المتوفی ۷۷۴ ہجری۔ تحقیق و تعلیق محمد عید الخطر اوی ومحی الدین مستو۔ مکتبہ دارالتراث المدینۃ المنورۃ۔ دار ابن کثیر، دمشق/ بیروت۔ الطبعۃ الرابعۃ/ ۱۴۰۵ ہجری/ ۱۹۸۵ میلادی۔

۲۔ شش ماہی مجلّہ السیرہ عالمی، شمارہ نمبر ۴، رمضان المبارک ۱۴۲۱ ہجری، مقالہ سید فضل الرحمٰن ''آئینۂ حیات ہادی اعظم ﷺ''۔ شمارہ نمبر ۸۔ مقالہ ''فرہنگ سیرت'' اشاعت رمضان المبارک ۱۴۲۳ ہجری۔ زوار اکیڈمی پبلی کیشنز، ناظم آباد، کراچی۔

۳۔ طبقات ابن سعد، عربی ۲/۶

۴۔ المغازی/ محمد بن عمر الواقدی (م ۲۰۷) ہجری، تحقیق دکتور مارسدن جونس، نشر دانش اسلامی ایران، طبع رمضان ۱۴۰۵ ہجری/ جلد اول/ صفحہ ۲

۵۔ السیرۃ النبویۃ۔ لابن ہشام مطبوعہ مصطفٰی البابی الحلبی واولادہ، مصر۔ طبع ۱۳۵۵ھ/ ہجری/ ۱۹۳۶ میلادی/ جلد دوم/ صفحہ ۱۱۷

۶۔ رحمۃ للعالمین۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔ طباعت ذوالحجہ ۱۴۱۱ ہجری/ جلد اول/ صفحہ ۹۹

۷۔ شش ماہی مجلّہ السیرہ عالمی۔ شمارہ نمبر ۲، صفحات ۲۸۴۔۲۸۵ (حاشیہ نمبر ۲)

۸۔ طبقات ابن سعد ۱/ ۲۲۸

۹۔ رحمۃ للعالمین ۲/ ۳۹۹

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ سیرۃ النبی، شبلی نعمانی، محمد سعید اینڈ سنز۔ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی۔ جلد اول/ صفحہ ۲۷۷۔

۱۲۔ الفصول۔ صفحہ ۱۲۸

۱۳۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مرتبہ، ایچ، اے، آر گب و جے۔ ایچ کریمر مطبوعہ ۱۹۵۳ء/ صفحہ ۴۰۹

۱۴۔ الفصول۔ حاشیہ/ صفحہ ۱۲۴

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ طبقات ۲/ ۹۔ المغازی ۱/ ۱۲

۱۷۔ المحبّر ابوجعفر محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ ہجری۔ دار نشر اسلامیہ ۲۔ شارع شیش محل لاہور/ صفحہ ۱۱۱

۱۸۔ الفصول۔ صفحہ ۱۲۴

۱۹۔ المحبّر۔ صفحہ ۱۱۰

۲۰۔ ایضاً

۲۱۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۱۱

۲۲۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۱۰

۲۳۔ الفصول۔ صفحہ ۱۲۳

۲۴۔ المحبّر۔ صفحہ ۱۱۰

۲۵۔ القرآن الکریم/ البقرۃ/ آیت ۱۷

۲۶۔ ابن جریر طبری، بیہقی بحوالہ تفسیر بیضاوی۔ تفسیر آیت محولہ بالا

۲۷۔ المحبّر۔ صفحہ ۱۱۶

۲۸۔ ایضاً۔ صفحہ ۱۱۱

۲۹۔ البدایۃ والنہایۃ، حافظ ابن کثیرؒ، تحقیق احمد عبد

الوہاب۔دارالحدیث القاہرہ مصر،الطبعۃ الاولیٰ
۱۴۱۳ہجری/۱۹۹۲میلادی/جلد سوم/ص۲۸۹

۳۰۔ طبقات ابن سعد۲/۱۲

۳۱۔ المغازی۱/۱۹

۳۲۔ الفصول۔ص۱۲۸۔المحبر۔صفحہ۱۱۱

۱/۳۳ المحبر۔صفحہ۱۱۱

۲/۳۳ طبقات۲/۲۱۔المغازی۱/۱۹۔الفصول،صفحہ ۱۳۳

۳۴۔ المحبر۔صفحہ۱۱۱

۳۵۔ البدایۃ والنہایۃ۳/۳۳۸

۳۶۔ طبقات۲/۲۸۔ المغازی۱/۱۷۵

۳۷۔ المغازی۱/۱۷۵

۳۸۔ طبقات۲/۲۸۔المغازی۱/۱۷۶۔المحبر/صفحہ۱۱۲

۳۹۔ الفصول۔صفحہ۱۴۲

۴۰۔ سیرت ابن ہشام۳/۴۹

۴۱۔ طبقات۲/۳۴۔المغازی۱/۱۹۳

۴۲۔ المغازی۴۷،۴۸

۴۳۔ السیرۃ عالمی،شمارہ نمبر۲/صفحات ۲۳۶، ۲۳۷

۴۴۔ طبقات۲/۲۷

۴۵۔ المحبر۔صفحہ۱۱۱۔الفصول۔صفحہ۱۴۰

۴۶۔ طبقات۲/۳۱۔ المغازی۱/۱۸۲

۴۷۔ المحبر۔صفحہ۱۱۱

۴۸۔ ایضاً۔صفحہ۱۱۷

۴۹۔ القرآن الکریم/الانفال/آیت ۶۰

۵۰۔ ایضاً/البقرہ/آیت ۱۹۵

۵۱۔ طبقات۲/۲۸۔المغازی۱/۱۷۲

۵۲۔ طبقات۲/۲۸،۲۹۔ المغازی۱/۱۷۶

۵۳۔ (پندرہ دن کا محاصرہ) البدایۃ والنہایۃ ۴/ ۴،۵۔ الفصول۔صفحہ۱۴۲

۵۴۔ المحبر۔صفحہ۱۱۲

۵۵۔ طبقات۲/۳۰۔المغازی۱/۱۸۱

۵۶۔ طبقات/ج۲،ص۳۴۔المغازی/ج۱،ص۱۹۳۔ سیرت ابن ہشام۳/۴۹

رحمانیہ
سوئیٹس
اینڈ ڈیری
REHMANIA SWEETS &
DAiRY
﴿بالمقابل فردوس سینما،ٹھنڈی سڑک۔حیدرآباد،﴾
فون: 780868